قرآنِ کریم کی سائنسی تفسیر

ایک تنقیدی مطالعہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری



ناشر: تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

قرآنِ کریم کی سائنسی تفسیر

ایک تنقیدی مطالعہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

ناشر:
تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

Qur'aan Karim ki Sainsi Tafsir
Ek Tanqidi Mutala

By : Maulana Usaid-ul-Haq Qadri

(2nd Edition 2009)

عنوان کتاب : قرآن کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مطالعہ

مرتب : مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

پہلا ایڈیشن : ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء

دوسرا ایڈیشن : جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ/مئی ۲۰۰۹ء

قیمت : 20/-

مصنف سے رابطہ

Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla,
Budaun-243601 (U.P.) India
Phone : 0091-9358563720
E-Mail : qadriusaid@yahoo.com

Distributor	Publisher
Maktaba Jam-e-Noor 422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6	**Tajul Fahool Academy** Budaun

انتساب

استاذ محترم فضيلة الشيخ الدكتور جمال مصطفیٰ النجار
(پروفیسر شعبۂ تفسیر، کلیہ اصول الدین، جامعہ ازہر مصر)
کے نام
جن کی درس گاہ میں سب سے پہلے میں "سائنسی تفسیر" کے مفہوم سے آشنا ہوا۔

احسان مند
اسید الحق محمد عاصم قادری

فہرست

پیش لفظ

ازہر شریف میں جب مَیں شعبۂ تفسیر میں سنہ ثالثہ کا طالب علم تھا اس وقت میں سائنسی تفسیر کے معنی اور مفہوم سے آشنا ہوا، ''دخیل فی التفسیر'' کے سبجیکٹ کے لئے استاذ محترم ڈاکٹر جمال مصطفیٰ صاحب کی کتاب "اصول الدخیل فی تفسیر آی التنزیل" داخل نصاب تھی، جس کو وہ خود ہی پڑھایا کرتے تھے، اس وقت اس موضوع پر استاذ محترم کے لیکچرز بھی سنے اور ان کے علاوہ اس موضوع سے متعلق دیگر کتابیں بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ آخری سال میں تمام طلبہ کو ایک تحقیقی مقالہ لکھنا ضروری ہوتا ہے، میں نے اسی موضوع پر مقالہ لکھنے کا فیصلہ کیا، جس کے لئے اس موضوع پر مزید مطالعہ کیا، میں نے تقریباً ۲۵ صفحات میں "التفسیر العلمی للقرآن دراسة نقدیة" کے عنوان سے مقالہ لکھ کر جمع کیا ۔پھر تعطیل میں اس کا ترجمہ کیا جو ۲۰۰۳ء میں ماہنامہ ''مظہر حق'' بدایوں میں قسط وار شائع ہوا ۔اس کے بعد سہ ماہی ''مجلّہ بدایوں'' کراچی نے بھی اس کو شائع کیا۔ ۲۰۰۶ء میں فرصت کے ایام میں اس موضوع پر مزید مطالعہ کا اتفاق ہوا، جس کے نتیجہ میں مجھے اپنے سابقہ مقالے پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوئی، لہٰذا میں نے اس کو از سر نو ترتیب دیا اور بہت سے حذف واضافات بھی کئے، یہ اضافہ شدہ مقالہ محبّ گرامی مولانا خوشتر نورانی نے ماہنامہ ''جام نور'' میں اشاعت کے لئے مانگ لیا، اور جام نور میں قسط وار (اگست ۲۰۰۶ء تا نومبر ۲۰۰۶ء) شائع کیا، جام نور ہی سے لے کر ماہنامہ ''سوئے حجاز'' لاہور نے مارچ ۲۰۰۷ء کی اشاعت میں شامل کیا۔ میں ان تمام رسائل کے ذمہ داران کا مشکور ہوں جنہوں نے اس مقالہ کو کسی قابل سمجھ کر شائع فرمایا۔

اب تاج الفحول اکیڈمی بدایوں اس کو کتابی شکل میں شائع کر رہی ہے، میرا ارادہ تھا کہ جب یہ مقالہ کتابی شکل میں شائع ہوگا تو اس میں مزید کچھ اضافے کروں گا مگر دوسری اہم مصروفیات کی وجہ سے اس وقت اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانا ممکن نہیں ہے۔

مجھے خود بھی شدت سے اس کمی کا احساس ہے کہ مقالے میں ''غیر مقبول سائنسی تفسیر'' کی مثالوں کے ساتھ ''مقبول اور درست سائنسی تفسیر'' کی بھی چند مثالیں ہونا چاہیے تھیں، موضوع سے انصاف کا تقاضا تو یہی تھا، مگر فی الحال میں ایسا نہیں کر پایا جس کا مجھے افسوس ہے۔ مقالہ جیسا بھی ہے آپ کے سامنے ہے۔ میں ارادہ رکھتا ہوں کہ مقبول اور درست سائنسی تفسیر کے سلسلے میں ایک مستقل مقالہ لکھوں۔

اسید الحق محمد عاصم قادری

مدرسہ قادریہ بدایوں

تمہید

گذشتہ دو صدیوں کے دوران دنیا میں عظیم علمی اور سائنسی انقلاب آیا ہے۔ علوم جدیدہ اور ٹیکنالوجی کے اس انقلاب نے حق و باطل، فتح و شکست، علم و جہل اور کامرانی و ناکامی کے سارے معیار اور پیمانے بدل کر رکھ دیئے ہیں، تھیوری سائنس کی موٹی کتابوں سے نکل کر پریکٹیکل کی حدود میں داخل ہوگئی۔ معقولات نے محسوسات اور محسوسات نے مشاہدات تک وسعت اختیار کرلی، دنیا کا کوئی فرد، جماعت، یا قوم اس انقلاب کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکی، چنانچہ اس انقلاب نے امت اسلامیہ کو بھی علمی، فکری اور عملی ہر شعبہ میں متاثر کیا بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس انقلاب کے مثبت اثرات ونتائج دوسروں کے حصہ میں آئے اور منفی اثرات پر ملت بیضاء کو قناعت کرنا پڑی، وہ قوم جو پہلے ہی زوال وانحطاط کے دہانے پر کھڑی تھی اس حملہ کو برداشت نہ کرسکی۔ یہ ایک الگ بحث ہے کہ زوال ملت مغربی انقلاب کے سبب ہوا یا پھر مغربی انقلاب کی راہیں زوال ملت کی وجہ سے ہموار ہوئیں، بہرحال یہ تسلیم کرلیا گیا کہ مغربی انقلاب، علوم جدیدہ اور زمانے کی رفتار ہی بہت کچھ اس زوال کے ذمہ دار ہیں۔ اس خیال نے ایک نئی فکر کو جنم دیا کہ ملت کو زوال کی پستیوں سے نکال کر اوجِ ثریا پر لے جانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ زمانے کی برق رفتاری کا ساتھ دیا جائے اور ان علوم جدیدہ ہی کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرلیا جائے، مگر بعض لوگوں نے اس فکر کو زوال پذیر قوم اور شکست خوردہ ذہنیت کا احساسِ کمتری قرار دیا، چنانچہ یہیں سے قدامت پرستی اور جدت پسندی کی کشمکش شروع ہوگئی۔ ملت کی فکری سطح پر یہ دو قسم کے مکاتب فکر وجود میں آگئے اور دونوں مکاتب کے علمبردار دو متضاد سمتوں میں سفر کرنے لگے، ایک نے نوا سنجی کے شوق میں صحن چمن اور کنجِ قفس کی قید اٹھا دی تو دوسرے نے بلبل کی نوائے شیریں پر گل کے تبسم کو بھی توہین گلشن قرار دیا۔ افراط وتفریط کی اس کشمکش کا دائرہ فکری سطح سے بڑھ کر تعلیمی، ثقافتی اور تہذیبی سطحوں تک وسیع ہوگیا، ظاہر ہے کہ پھر علوم اسلامیہ پر اس کا اثر کیوں نہ ہوتا؟ نتیجتاً تفسیر اور علوم قرآن کو بھی اس معرکہ آرائی میں مشق ستم بنالیا

گیا۔ ایک طبقہ ہرنئی ایجاد اور جدید تحقیق کو قرآن کے مطابق یا قرآن کو اس کے مطابق ثابت کرنے پر اصرار کرنے لگا جب کہ دوسرے طبقہ نے صدیوں پرانی تفسیرات ہی کو حرز جاں بنائے رکھنے پر زور دیا اور اس میں ایک حرف کی تبدیلی بھی گوارا نہ کی کیونکہ ہرنئی چیز مارکٹ میں مقبول ہوتی ہے اور پرانی چیز اس کے سامنے اپنی کشش کھو بیٹھتی ہے، لہٰذا اس دوسری فکر کو قدامت پرستی اور تنگ نظری کہہ کر ٹکسال باہر کر دیا گیا، جبکہ پہلی فکر کو روشن خیالی اور جدت پسندی کے نام پر خوب مقبولیت حاصل ہوئی، یہ پذیرائی اور مقبولیت اس حد تک پہنچ گئی کہ روشن خیال، بلند فکر اور محقق کہلانے کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس موضوع پر ضرور قلم اٹھایا جائے۔، چنانچہ ''قرآن اور سائنس'' کے عنوان سے درجنوں کتابیں منظر عام پر آگئیں، ان کتب کا گہرا مطالعہ کر کے ہم ان کے مصنفین و مؤلفین کو کئی طبقات میں تقسیم کر سکتے ہیں مثلاً ایک طبقہ وہ ہے جو مغربی علوم اور اس کی ترقی سے بے پناہ متاثر اور مرعوب ہے ساتھ ہی وہ اپنی وابستگی اسلام سے بھی رکھنا چاہتا ہے، چنانچہ اس طبقہ نے قرآن اور سائنس کی تطبیق کے نام پر اپنی تحقیق کا آغاز کیا مگر تحقیق کے پہلے ہی مرحلہ میں سائنس اور اس کی تمام تر تحقیقات کو حرفِ آخر تسلیم کر لیا اور قرآن کو ان تحقیقات کے مطابق یا ان تحقیقات کو قرآن کے مطابق ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، اب جو آیات ان کے تسلیم کردہ حقائق کا ساتھ نہ دے سکیں تو بجائے اس کے کہ قرآنی فرمودات کے سامنے سپرِ تحقیق ڈال دی جاتی اور سائنسی تحقیقات میں نظر ثانی کی جاتی ان حضرات نے اپنے تسلیم شدہ معانی پہنانے کے لئے قرآنی آیات میں تاویل، تکلف، تحکم اور کھینچ تان سے بھی دریغ نہیں کیا اور اس کام کو اپنے زعم میں اسلام اور قرآن کی جلیل القدر خدمت قرار دیا، ان مؤلفین میں ایک دوسرا طبقہ ایسا ہے جسے علوم قرآن میں تو خاصا درک ہے مگر عصری علوم اور سائنس وغیرہ پر زیادہ گہری نظر نہیں ہے ان حضرات کی گراں قدر تحقیقات نے وہ گل بوٹے کھلائے کہ اغیار کی نظر میں قرآن کا اعجاز ثابت ہونے کی بجائے الٹا اسلام اور قرآن کا مذاق بن کر رہ گیا۔ بعض حضرات سائنس اور عصری علوم میں کچھ زیادہ ہی گہری نظر رکھتے تھے ان لوگوں نے قرآن کو کتاب ہدایت کی بجائے فزکس، کیمسٹری، زولوجی، باٹنی اور اسٹرانومی کی کتاب بنا کر رکھ دیا۔ چوتھا اور سب سے آخری طبقہ اُن عالی مرتبت محققین کا ہے جن کو نہ تو علوم قرآن

کا کوئی خاص درک ہے اور نہ ہی عصری علوم سے کوئی واسطہ ہے یہ حضرات محض محققین اور روشن خیالوں کی صف میں شامل ہونے کے شوق میں قلم لے کر میدان میں کود گئے اور وہ وہ تحقیقی گل افشانیاں کیں کہ......ع

جو میں بت کدے میں بیاں کروں تو صنم بھی بولے ہری ہری

(اقبالؔ)

زیرِ نظر مقالہ میں ہم اسی افراط وتفریط پر ایک تفصیلی اور تنقیدی نظر ڈالیں گے۔ہم نے اوپر عرض کیا تھا کہ اس طریقۂ تفسیر کے انتہا پسند حامی بھی ہیں اور متشدد مخالف بھی یہ دونوں گروہ اپنے اپنے دلائل رکھتے ہیں ہم ذیل میں فریقین کے دلائل کا تفصیلی جائزہ لیں گے اور آخر میں اس طریقۂ تفسیر پر اپنی ناقص رائے کا اظہار کریں گے۔

سائنسی تفسیر کا مفہوم

استاذ گرامی ڈاکٹر جمال مصطفیٰ النجار اس طریقۂ تفسیر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بیان الآیات القرآنیة الواردة فی شان الآفاق والأنفس و شرحها بمکتشفات العلم الحدیث (۱) ''قرآن کی وہ آیات جو انفس و آفاق کے بارے میں وارد ہیں ان کا بیان اور جدید سائنسی ایجادات اور تحقیقات کے ذریعہ ان کی شرح''

بنیادی طور پر اس طریقۂ تفسیر کے جواز کے لئے دو دلیلیں دی جاتی ہیں،

ایک تو یہ کہ قرآن کریم میں تمام علوم اولین و آخرین موجود ہیں، دوسری یہ کہ اس قسم کی تفسیرات سے اس سائنسی دور میں قرآن کریم کا اعجاز ثابت ہوتا ہے، جس سے آج کے سائنس پرست دماغ کو اسلام سے قریب لانے میں مدد ملے گی، سائنسی تفسیر کرنے والے کسی جدید سائنسی نظریہ کو قرآن کریم کے مطابق ثابت کر کے یہ دکھاتے ہیں کہ اگر قرآن کسی انسان کا کلام ہوتا تو اس میں وہ سائنسی نظریہ کیسے ہوسکتا تھا جس کا انکشاف قرآن کریم کے نزول کے چودہ سو سال بعد ہوا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کسی انسان کا نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے. اس سلسلہ میں قرآن کریم کی جو آیات پیش کی جاتی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں

(الف) ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی (۲)

ترجمہ۔ ہم نے اتاری ہے آپ پر یہ کتاب اس میں تفصیلی بیان ہے ہر چیز کا

(ب) ما فرطنا فی الکتاب من شئی (۳) ترجمہ۔ نہیں نظر انداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو.

(ج) ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (۴) ترجمہ۔ نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ لکھی ہوئی ہے روشن کتاب میں

(د) سنریهم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسهم حتیٰ یتبین لهم انه الحق (۵) ترجمہ۔ ہم دکھائیں گے انہیں اپنی نشانیاں آفاق (عالم) میں اور ان کے اپنے نفسوں میں تا کہ ان پر واضح ہو جائے کہ قرآن واقعی حق ہے.

ان کے علاوہ اور بھی کچھ آیات ہیں جو سائنسی تفسیر کے حامیان اس طریقۂ تفسیر کے جواز میں پیش کرتے ہیں، ان آیات کے معنی ومفہوم پر ہم آئندہ صفحات میں تفصیلی گفتگو کریں گے، ان قرآنی آیات کے علاوہ اس طریقۂ تفسیر کے حامی بعض اسلاف کی کتب سے بھی دلیل لاتے ہیں، مثلاً امام غزالی، امام فخر الدین رازی، امام جلال الدین سیوطی وغیرہ نے بھی قرآن کریم سے دنیا جہان کے علوم وفنون کے استخراج واستنباط کی نہ صرف دعوت دی ہے بلکہ عملی طور پر تفسیر اور علوم قرآن پر لکھتے وقت ان علوم سے استفادہ بھی کیا ہے، ہم یہاں اختصار کے ساتھ بعض متقدمین کی آراء کا ذکر مناسب سمجھتے ہیں تا کہ سائنسی تفسیر کے حامیوں کا موقف واضح دلائل کے ساتھ سامنے آسکے۔

امام غزالی کی رائے:- امام غزالی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں ''**فهم القرآن و تفسيره بالرائى من غير نقل** '' کے عنوان سے ایک مستقل باب قائم فرمایا ہے۔ اس باب کے بعض مقامات کا ترجمہ ہم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ

جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ قران کا معنیٰ آیت کے لفظی اور ظاہری ترجمہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے وہ یہ جان لے کہ اگر چہ اپنی فہم اور اپنی معلومات کی حد تک وہ درست سمجھتا ہے مگر درحقیقت وہ خطا پر ہے۔ اس لیے کہ اخبار و آثار دلالت کرتے ہیں کہ ارباب فہم کے لیے معانئ قرآن کا دائرہ بہت وسیع ہے، حضرت علی نے فرمایا کہ اللہ اپنے بندے کو قرآن کا فہم عطا فرماتا ہے اگر قرآن کے معانی صرف ظاہری ترجمۂ وتفسیر تک محدود ہیں تو پھر آخر اس فہم کا کیا مطلب ہے؟

آگے چل کر فرماتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ ہر آیت کے ساٹھ ہزار فہم ہیں بعض دیگر علماء فرماتے ہیں کہ قرآن ستر ہزار دوسو علوم پر مشتمل ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''جو اولین و آخرین

کے علوم جاننا چاہتا ہے وہ قرآن میں تدبر و تفکر کرے" ظاہر ہے کہ یہ صرف ظاہری معنیٰ سمجھنے سے حاصل نہیں ہوگا۔ اللہ کے افعال و صفات میں جملہ علوم داخل ہیں اور قرآن میں انہیں افعال وصفات کی شرح ہے لہٰذا ان علوم کی کوئی انتہا نہیں ہے اور قرآن میں ہر علم کی طرف اشارہ موجود ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

بلکہ وہ علوم نظریات و معقولات جن میں خلائق کی عقلیں دنگ ہیں ان سب کی طرف بھی قرآن میں رموز و اشارات موجود ہیں۔ جو صرف اہل فہم پر روشن ہوتے ہیں۔(۶)

امام غزالیؒ نے اپنی ایک دوسری کتاب "جواہر القرآن" میں بھی اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے اس کتاب میں انھوں نے چوتھی اور پانچویں فصل اس موضوع کے لیے خاص کی ہے چوتھی فصل میں انہوں نے قرآن کریم سے علوم دینیہ کے استخراج وانشعاب کی کیفیت بیان کی ہے اور پانچویں فصل میں "**کیفیة انشعاب سائر العلوم من القرآن**" کے عنوان سے علم طب، نجوم، ہیئت وفلکیات، تشریح الاعضاء، سحر اور طلسمات کی طرف قرآنی اشارات کی نشاندہی کی ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں:

قرآن میں تدبر و تفکر کرو اور اس میں عجائب وغرائب تلاش کرو، تم اس میں علوم اولین وآخرین کا مجموعہ پاؤ گے اور یہ فکر و تدبر تمہیں اجمال سے تفصیل کی طرف لے جائے گا۔ کیونکہ علوم قرآن ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔(۷)

امام فخر الدین رازی:- امام غزالیؒ کی طرح امام رازی نے بھی اس سلسلہ میں کافی کچھ لکھا ہے اور قرآن میں تفکر و تدبر کر کے بڑی شدّ و مد سے علوم اولین وآخرین اور علوم عقلیہ ونقلیہ کا استخراج کیا ہے۔ آپ نے اپنی معرکۃ الآرا تفسیر "تفسیر کبیر" میں اس سلسلہ میں بڑی طویل بحثیں فرمائی ہیں، وہ آیات جو زمین وآسمان، شمس وقمر، دشت وجبل اور انسان کی روح وجسم کے سلسلہ میں اشارات کرتی ہیں ان کی تفسیر میں اپنی عقل ورائے کے

علاوہ ان علومِ عقلیہ سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے جو آپ کے زمانے میں رائج تھے۔ اس تفسیر میں عقل وفلسفہ کا رنگ کچھ اس حد تک غالب ہے کہ بعض حضرات نے تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''تفسیر کبیر میں تفسیر قرآن کے علاوہ ہر چیز موجود ہے۔'' غالباً امام صاحب کو اس تنقید کا پہلے سے ہی اندازہ تھا لہٰذا ایک مقام پر آپ ارشاد فرماتے ہیں:

ممکن ہے کہ بعض جہاں اور احمق قسم کے لوگ یہ اعتراض کریں کہ آپ نے تفسیر قرآن میں علم ہیئت ونجوم وغیرہ کی بھرمار کردی ہے اور یہ طریقۂ تفسیر درست نہیں ہے۔ جواباً اس مسکین عقل سے کہہ دو کہ اگر تم صرف قرآن ہی میں غور وفکر کرتے تو اپنے اس قول کا بطلان تم پر واضح ہو جاتا۔ (۸)

اس کے بعد آپ نے حسب عادت متعدد وجوہ سے اس قول کا بطلان ثابت کیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کی رائے:- امام سیوطی نے اپنی کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن '' میں ''النوع الخامس والستون فی العلوم المستبطة من القرآن '' (۶۵ ویں نوع قرآن سے مستنبط ہونے والے علوم کے بیان میں) کے عنوان سے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔ امام غزالیؒ کی طرح آپ بھی قرآن میں غور وفکر کر کے علوم اولین وآخرین کے استنباط واستخراج کی دعوت دیتے ہیں- امام سیوطی نے مختلف احادیث اور اقوال صحابہ پیش کرنے کے بعد علامہ ابن ابی الفضل المرسی کی تفسیر سے ایک طویل اقتباس نقل فرمایا ہے۔ علامہ المرسی فرماتے ہیں:

قرآن میں علومِ اولین وآخرین جمع کردیئے گئے ہیں، یہاں تک کہ کوئی علم ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں قرآن نے اشارہ نہ فرمایا ہو۔

پھر آپ نے ان علوم کا تذکرہ فرمایا ہے جو علماء نے قرآن سے مستنبط کئے ہیں مثلاً علمِ قرأت، تفسیر، اصول، فقہ، تاریخ، قصص، مواعظ وحکم، الامثال، تعبیر، فرائض اور علم المواقیت وغیرہ۔ پھر فرماتے ہیں:

''ان علوم کے علاوہ اور بھی بہت سے علوم قرآن میں ہیں مثلاً علم طب، علم جدل، علم ہیئت، علم ہندسہ، جبر ومقابلہ اور علمِ نجوم وغیرہ''۔

پھران آیات کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن سے (ان کی تحقیق کے مطابق) ان علوم کا استخراج واستنباط ہوتا ہے۔

علامہ المرسی کے اس طویل اقتباس کے بعد امام سیوطی اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اللہ کی کتاب ہر چیز پر مشتمل ہے اور جہاں تک انواع علوم کی بات ہے تو کسی علم کا کوئی باب اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کی طرف قرآن میں اشارہ نہ ہو۔ قرآن میں عجائب المخلوقات ہیں، ملکوت السمٰوات والارض ہیں جو کچھ افق اعلیٰ اور تحت الثریٰ میں ہے وہ سب کچھ قرآن میں ہے (۹)

ان متقدمین کی مذکورہ بالا عبارات کو سائنسی تفسیر کے حامی اکثر اپنے حق میں پیش کرتے ہیں۔

متاخرین ومعاصرین کی آرا

یہاں ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے کہ سائنس تفسیر کے موجودہ حامی دو قسم کے ہیں، کچھ لوگ نہایت انتہا پسند اور متشدد واقع ہوئے ہیں، وہ اس طریقۂ تفسیر کو اس زمانے میں ''فرض عین'' قرار دیتے ہیں، وہ اس سلسلہ میں کسی شرط یا کسی حد کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں اور سائنسی تفسیر کے مخالفین کو قدامت پرست، کوتاہ نظر، جاہل اور احمق وسفیہ وغیرہ جیسے خطابات سے نوازتے ہیں۔

سائنسی تفسیر کے حامیوں کا دوسرا طبقہ ان علماء کا ہے جو اس طریقۂ تفسیر کے حامی ضرور ہیں مگر اس میں غلو، مبالغہ اور انتہا پسندی کو ناپسند کرتے ہیں۔ ان حضرات نے اس کے لیے کچھ شرائط اور حدود مقرر کی ہیں اور ان سے تجاوز کو جرأت رندانہ قرار دیتے ہیں۔ پہلے ہم غالی اور متشدد طبقہ کے دلائل وآراء کا جائزہ لیں گے۔

علامہ شیخ طنطاوی الجوہری (م ۱۹۴۰ء):- شیخ طنطاوی اس جماعت کے روح رواں ہیں جو سائنسی تفسیر کو نہ صرف جائز بلکہ اس کے وجوب وفرضیت کا فتویٰ دیتی ہے۔ قرآن اور سائنس کے موضوع پر آپ نے ایک درجن سے زیادہ کتابوں کے علاوہ

۲۵رجلدوں میں قرآن کریم کی مکمل تفسیر بھی تصنیف فرمائی ہے ہماری معلومات کی حد تک یہ واحد سائنسی تفسیر ہے جو سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۂ ناس تک پورے قرآن کو محیط ہے اور بعد کے سائنسی مفسرین کافی حد تک اس تفسیر کے خوشہ چیں ہیں، کتاب کا نام ''الجواہر فی القران الکریم'' ہے۔ اس تفسیر میں علامہ موصوف نے بڑی محنت کی ہے اور قرآن کی ہر آیت سے (چاہے وہ کسی بھی موضوع پر ہو) زولوجی، گیلوجی، باٹنی، اسٹرانومی، میڈیکل سائنس، میتھ میٹکس، جغرافیہ اور اگریکلچر سائنس جیسے صدہا علوم وفنون کا استخراج کر کے قرآن کا اعجاز ثابت کر دکھایا ہے۔ اس اجتہاد اور استخراج میں انھوں نے جو جانفشانی اور عرق ریزی کی ہے وہ انھیں کا حصہ ہے۔ اس کوشش میں انھیں جس تکلف، تاویل، تحکم اور کھینچ تان کا سہارا لینا پڑا ہے اس پر ہم کوئی تبصرہ کئے بغیر علامہ موصوف کے شاگردِ رشید اور سائنسی مفسرین کی صف کے ایک بلند پایہ محقق ڈاکٹر حنفی احمد کی ایک عبارت نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں:

> ہمارے استاذ محترم شیخ طنطاوی جوہری مرحوم نے اس (یعنی سائنسی تفسیر کے) سلسلہ میں بڑی کاوش کی ہے اور اپنی تفسیر میں بڑی تفصیلی بحث فرما کر مختلف علوم وفنون کو بیان کیا ہے جن کی طرف قرآن اشارہ کرتا ہے مگر انھوں نے بعض جگہ بلاضرورت کلام کو طویل کر دیا ہے اور آیات کے معانی کی حدود سے تجاوز کر گئے ہیں۔ اپنے بیان کردہ معانی اور آیات کے درمیان تطبیق وجمع کی پرواہ بھی نہیں کی ہے اس سے علم منزل کی مقدار کم ہوگئی ہے (۱۰)

ذیل میں ہم علامہ جوہری کی اسی تفسیر کے بعض مقامات کا ترجمہ ہدیۂ قارئین کرتے ہیں تا کہ علامہ جوہری کی فکر کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

> اے امت مسلمہ! علم میراث کے بارے میں صرف چند آیات ہیں جو علم ریاضی کا ایک چھوٹا سا شعبہ ہے تمہارا ان سات سو آیات کے بارے میں کیا خیال ہے جن میں دنیا بھر کے عجائب موجود ہیں یہ سائنس کا زمانہ ہے یہ اسلام کے ظہورِ نور کا زمانہ ہے اور یہ ترقی کا زمانہ ہے تو کیوں نہ ہم ان سات سو آیات کے ساتھ وہی معاملہ کریں

جو ہمارے اسلاف نے چند آیات میراث کے ساتھ کیا ہے میں کہتا ہوں الحمدللہ تم اس تفسیر میں علوم کا خلاصہ اور نچوڑ پاؤ گے۔ ان علوم میں تحقیق علم میراث میں تحقیق سے زیادہ افضل و اہم ہے کیونکہ علم میراث صرف فرض کفایہ ہے اور یہ علوم معرفت الٰہی میں زیادتی کا سبب ہیں۔ لہٰذا ہر قادر پر ان کی تحصیل اور تحقیق فرض عین ہے۔ جن علوم کو ہم نے تفسیر میں داخل کیا ہے یہ وہ علوم ہیں جن سے کوتاہ نظر مغرور اور جاہل فقہاء غافل رہے۔ اب یہ انقلاب کا زمانہ ہے اور حقائق کے ظہور کا زمانہ ہے (۱۱)

جس طرح علامہ جوہری نے علم میراث پر غصہ اتارا ہے اسی طرح ایک اور مقام پر علم فقہ پر بھی اپنے مخصوص انداز میں تنقید فرما کر سائنسی تفسیر کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

آخر کیوں علماء اسلام نے علم فقہ پر دسیوں ہزار کتابیں لکھ ڈالیں جب کہ علم فقہ کے سلسلہ میں چند آیات ہیں جو سو پچاس آیتوں سے زیادہ نہیں ہیں پھر کیوں علم فقہ میں تالیف وتصنیف کی جائے اور کائنات کے اُن علوم سے منھ موڑ لیا جائے جن کے ذکر سے کوئی سورہ خالی نہیں ہے۔ سات سو پچاس آیات ایسی ہیں جن میں صراحتاً (یہاں لفظ صراحتاً بھی قابل توجہ ہے۔ اسید) ان علوم کا ذکر ہے، ان کے علاوہ سیکڑوں آیات ایسی ہیں جن میں صراحتاً نہ سہی لیکن اشارتاً ان علوم کا ذکر ہے تو کیا عقل وشرع اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ جس علم کے متعلق صرف چند آیات ہیں ان میں تو مسلمان مہارت حاصل کریں اور جن علوم کے سلسلہ میں کثرت سے آیات ہوں ان سے غافل رہیں۔ ہمارے آباء واجداد اگر علم فقہ میں ماہر تھے تو اب ہم علوم کائنات میں مہارت حاصل کریں گے تاکہ اس کے ذریعہ ہم امت مرحومہ کو ترقی اور عروج سے ہمکنار کریں۔ کیا مسلمان نہیں

دیکھتے کہ اب یہی علوم دراصل حقیقی علوم دینیہ ہیں اور یہی معرفتِ
الٰہی کے علوم ہیں علم فقہ امت کی حفاظت کے لیے ہے اور یہ علوم اللہ
کی معرفت اور امت کی حیات کے لئے ہیں اور ظاہر ہے کہ امت کی
حفاظت، امت کی حیات سے زیادہ اہم نہیں ہے کیونکہ اگر سرے
سے حیات ہی نہ رہی تو پھر حفاظت کس چیز کی کی جائے گی۔(۱۲)

علامہ جوہری صاحب کے فرمودات کسی تبصرے سے بے نیاز ہیں۔بس اتنا عرض کردیں کہ علامہ صاحب کی رائے کتنی ہی صائب کیوں نہ ہو مگر تنقید کا یہ انتہا پسندانہ انداز اور مخالفت وموافقت میں یہ غلو بہرحال کسی طرح بھی پسندیدہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ساتھ ہی اُن کے مخالف کو یہ کہنے کا حق بھی ہے کہ ہم امت کی حفاظت ہی اس لیے کررہے ہیں کہ امت باحیات رہے۔ظاہر ہے کہ اگر حفاظت نہ کی گئی تو حیات سے ہی ہاتھ دھو بیٹھنے کا صدفی صد امکان ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن الکواکبی:-علامہ کواکبی زمانے کے لحاظ سے علامہ جوہری سے مقدم ہیں مگر تشدد اور غلو کے اعتبار سے ان سے کم درجہ کے ہیں۔آپ کی ایک کتاب "طبائع الاستبداد ومصارع الاستبعاد" اسی موضوع پر ہے یہ کتاب آج سے ساٹھ ستر سال قبل کی مطبوعہ ہے اس میں علامہ موصوف نے سائنسی تفسیر کی بڑی شد ومد سے حمایت کرتے ہوئے قرآن کی متعدد آیات سے ہیئت و ہندسہ اور فلکیات وطب وغیرہ کے مسائل استخراج فرمائے ہیں۔اس کتاب میں موصوف نے قرآنی آیات، احادیث اور امام غزالی ورازی وغیرہ کے اقوال (جن میں سے بعض ہم نے گذشتہ صفحات میں ذکر بھی کئے ہیں) سے اس طریقہ کا جواز ثابت کیا ہے۔لکھتے ہیں:

ان آخری صدیوں میں سائنس نے وہ علمی حقائق آشکارا کئے ہیں جن
کی دریافت اور ایجاد کا سہرا علماء یورپ اور امریکہ کے سر ہے لیکن
قرآن کو دقتِ نظر سے پڑھنے والا ان سارے حقائق کو کہیں صراحتاً
اور کہیں اشارتاً پائے گا کہ قرآن نے ان کو تیرہ صدیاں قبل ہی بیان
کردیا ہے۔بعض حقائق اب تک پردۂ خفا میں ہیں تاکہ ایک زمانے

میں ان کے انکشاف کے بعد قرآن کا معجزہ ثابت ہو اور یہ شہادت دیں کہ یہ اس ذات کا کلام ہے جو عالم الغیب والشہادہ ہے اور جس کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

یہ قرآن کے اعجاز کا مسئلہ ہے اور یہ دین کا اہم ترین مسئلہ ہے گذشتہ ادوار کے علماء اس پر قادر نہ تھے کہ اعجاز قرآنی کے اس اہم ترین مسئلہ کو کماحقہ اجاگر کریں۔ وہ صرف ان چند باتوں پر تکیہ کئے بیٹھے تھے جو بعض اسلاف نے کہی ہیں کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت ہی اس کا معجزہ ہے اور صرف یہی اس کا معجزہ ہے کہ اس نے قیصرِ روم کے بارے میں قبل از وقت خبر دی تھی کہ اہل روم شکست کے بعد عنقریب پھر غالب ہوں گے۔

یہ علماء بعض کوتاہ نظر اسلاف کی رائے سے اختلاف کرنے کی جرأت نہیں رکھتے چنانچہ یہ تکفیر و تضلیل پر آمادہ ہوگئے اور ہلاک ہوگئے (۱۳)

علامہ طاہر ابن عاشور:- علامہ موصوف نے "التحریر والتنویر" کے نام سے قرآن کریم کی مبسوط تفسیر تصنیف فرمائی ہے جو ایک درجن سے زیادہ مجلدات پر مشتمل ہے، پہلی جلد میں آپ نے علوم قرآن کے مختلف شعبوں پر دس وقیع مقدمات تحریر فرمائے ہیں، دسواں مقدمہ آپ نے "اعجاز القرآن" کے عنوان سے خاص کیا ہے۔ مقدمہ کی ابتداء میں آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ:

آپ اس مقدمہ میں چند ایسے اصول اور نکات ملاحظہ فرمائیں گے جن سے اب تک اعجاز قرآن پر لکھنے والے علماء مثلاً باقلانی، الرومانی، عبدالقاہر الجرجانی، الخطابی، قاضی عیاض اور سکاکی وغیرہ غافل رہے لہٰذا اس مقدمہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ (۱۴)

اس مقدمہ کو بغور پڑھنے کے بعد اپنی ناقص فہم کے مطابق جو کچھ ہماری سمجھ میں آسکا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اعجاز قرآن کی تین جہتیں ہیں، پہلی اور دوسری جہت تو علوم عربیہ اور

فصاحت وبلاغت سے متعلق ہے جبکہ تیسری جہت کے متعلق علامہ موصوف لکھتے ہیں:

قرآن کے اعجاز کی تیسری جہت وہ علوم ہیں جو اس کے معانی میں ودیعت کیے گئے ہیں اور حقائق علمیہ و علوم عقلیہ کی طرف وہ اشارات ہیں کہ نزول قرآن کے زمانے میں عقل انسانی وہاں تک نہیں پہنچ سکی اور اس کے بعد بھی صدیوں تک فکر انسانی کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکی۔ اب عصر حاضر میں وہ حقائق آشکارا ہوئے ہیں جس سے قرآن کا اعجاز ثابت ہوا ہے اور اعجاز قرآنی کی یہی وہ جہت ہے جس سے ابوبکر الباقلانی اور قاضی عیاض وغیرہ غافل رہے (۱۵)

پھر کچھ آگے فرماتے ہیں:

اس تیسری جہت سے قرآن پورے عالم انسانیت کے لئے معجزہ ہے اور یہ ایسا معجزہ ہے کہ زمانے کی رفتار کے ساتھ یہ بھی مستمر اور رواں ہے تاکہ غیر عرب اقوام اس کے ترجمۂ معانی کو دیکھیں اور اس کے احکام تشریعیہ، حکمیہ اور اخلاقیہ وغیرہ کو دیکھ کر اس کے اعجاز کا ادراک کر سکیں (۱۶)

ڈاکٹر حنفی احمد کی رائے:۔ ڈاکٹر موصوف علامہ جوہری کے شاگرد ہیں اپنے استاذ کی طرح انھوں نے بھی اس موضوع پر کافی لکھا ہے ان کی گراں قدر تصنیف "**التفسیر العلمی للآیات الکونیة**" اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ مقدمہ میں فرماتے ہیں:

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اس صدی کے اوائل میں سائنس اور علوم جدیدہ نے جو وسعت اور ترقی حاصل کی ہے اس کے باوجود سوائے چند حضرات کے اب تک لوگوں نے ان دقائق کی طرف توجہ نہیں کی جو قرآن نے حیات و کائنات کے بارے میں بیان فرمائے ہیں (۱۷)

اس کے بعد آپ نے اس عدم توجہ کے چند اسباب بیان کئے ہیں۔ ان کی رائے میں اس کا سب سے اہم سبب یہ ہے:

"مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے جو وراثتاً چلا آ رہا ہے کہ قران صرف

ہدایت وارشاد کی ایک کتاب ہے حقائق کونیہ یا دقائق علمیہ سے اس کا
کوئی تعلق نہیں (۱۸)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

یہ بالکل وہی عقیدہ ہے جو قدیم یورپ میں چلا آ رہا تھا کہ آسمانی کتب کائنات کے علم دقیق کی حامل نہیں ہوتیں بلکہ وہ صرف انسان کی ہدایت وفلاح کا سامان رکھتی ہیں اور یہ کہ علم وسائنس اور دین و مذہب دو متضاد چیزیں ہیں جو کبھی آپس میں جمع نہیں ہوسکتیں۔(۱۹)

پھر انھوں نے بڑی تفصیل سے قرآن میں علوم کائنات کی موجودگی اور ان کے استخراج کے حق میں دلائل دیئے ہیں لکھتے ہیں کہ:

قرآن اپنے اسلوب بلاغت اور معانی کی بلندی اور جوامع الکلم میں معجزہ ہے قرآن ان واقعات اور قصص کے اعتبار سے معجزہ ہے جو اس نے انبیاء سابقین (علیہم السلام) اور ان کی اقوام کے بارے میں بیان کئے ہیں جن کو اس زمانے میں سوائے اہل کتاب کے اور کوئی نہیں جانتا تھا،قرآن معجزہ ہے اپنے حکیمانہ احکام کے اعتبار سے جو ہر زمانے اور ہر مکان میں عین فطرت بشری کے مطابق ہیں،اسی طرح وہ معجزہ ہے ان علوم وحقائق کے اعتبار سے جن کو اس نے انفس وآفاق کے بارے میں بیان کیا ہے اس لئے کہ ان حقائق کو نہ تو کوئی اس کے نزول سے قبل جانتا تھا نہ ہی صدیوں بعد تک کوئی وہاں تک پہنچا،یہاں تک کہ علوم جدیدہ اور سائنس نے اپنے تجربے اور مشاہدے کے ذریعہ چند برس قبل ان کو اجاگر کیا ہے،تو قرآن ان تمام جہتوں کے اعتبار سے معجزہ ہے اور اسی ہمہ جہت معجزہ نمائی کے باعث اس نے مخالفین اور منکرین کو اس جیسی کتاب لانے کا بارہا چیلنج کیا(۲۰)

اس کے بعد آپ نے وہ آیات تحریر کی ہیں جن میں جن وانس کو قرآن کے مقابلہ کا چیلنج کیا گیا ہے،پھر لکھتے ہیں:

جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن زمان ومکان کی قید سے ماوراہر ایک کے لئے نازل ہوا ہے عرب والوں کے لئے بھی اور غیر عرب کے لئے بھی تو ظاہر ہے کہ غیر عربی کے لئے اس کے معجزۂ کبریٰ یعنی معجزہ اسلوب وبلاغت کا ادراک بہت دشوار ہے لہٰذا ان کے لئے وہ دیگر معجزات ہیں جو اس کے معانی میں پوشیدہ ہیں تاکہ ان کے ذریعہ سے غیر عرب کے لئے قرآن کے اعجاز کا ادراک ممکن ہو اور ان پر قرآن کے صدق دعویٰ کی حجت تام ہو جائے۔(۲۱)

ڈاکٹر جمعہ علی عبدالقادر:۔فضیلت مآب ڈاکٹر جمعہ علی عبدالقادر جامعۃ الازھر کے شعبۂ تفسیر میں علوم قرآن کے استاذ ہیں، راقم الحروف کو بھی آپ سے استفادے کا شرف حاصل ہے تفسیر اور علوم قران میں بڑی گہری نظر رکھتے ہیں اس موضوع پر دسیوں قیمتی کتابوں کے علاوہ بے شمار مقالات بھی تحریر فرمائے ہیں اس وقت آپ کی ایک نہایت تحقیقی تصنیف ''جلال الفکر فی التفسیر الموضوعی لآیات من الذکر ''راقم کے پیش نظر ہے اس میں آپ نے سائنسی تفسیر پر تفصیلی بحث فرمائی ہے جو تقریباً دس صفحات پر مشتمل ہے فرماتے ہیں:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن تشریع ومعاملات کی کتاب ہے، بعض کہتے ہیں کہ وہ تأمل وعبادات کی کتاب ہے، بعض لوگوں کا ماننا ہے کہ وہ توحید وایمان کی کتاب ہے، بعض کی نظر میں وہ بلاغت وادب کی کتاب ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ کتابِ ''جمع فاوعی '' ہے (یعنی جمع کرکے محفوظ کی ہوئی) تمھیں جس چیز کی جستجو ہو تم اس میں پاؤ گے کیونکہ اللہ کی جانب سے وہ ایک معجزہ ہے اس کے دیگر وجوہِ اعجاز کے ساتھ ایک علمی اور سائنسی اعجاز بھی ہے جس نے مکابرین ومنکرین کے منھ بند کردیئے ہیں۔

اعجازِ قرآنی کے اس پہلو پر ہم تفصیلی گفتگو کریں گے کیونکہ یہ ایک نزاعی مسئلہ بن کر رہ گیا ہے۔ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ قرآن ان

اشیاء (یعنی سائنسی پہلو) کا تحمل نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اس کے لئے نازل ہی نہیں ہوا ہے اس فکر کے ساتھ ان کے ذہن جمود و تعطل کا شکار ہو گئے اگر یہ فکر درست تسلیم کر لی جائے تو پھر یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ قرآن ہر زمانے اور مکان میں ہدایت و اعجاز کی صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ اس جمودی فکر کے ساتھ ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ قرآن زمانے کی رفتار اور بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

میں کہتا ہوں کہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن زمان و مکان کی قید سے ماوراء ہر حال میں ہر چیز کی صلاحیت رکھتا ہے اب جو بھی چیز ہمارے سامنے نئی آئے گی ہم اس کو قرآنی معیار پر پرکھیں گے اگر اس کے موافق ہوگی تو وہ ہمارا عقیدہ بن جائے گی اور جو اس کے مخالف ہوگی وہ محض بے بنیاد ہوگی۔

آج کے ترقی یافتہ دور اور علوم کے ارتقاء سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ آج علم و تحقیق کی بنیاد پر ثابت ہو رہا ہے ان سب کی طرف قرآن پہلے ہی متوجہ کر چکا ہے یا اس کی طرف اشارات کر چکا ہے (۲۲)

ایک صفحہ کے بعد لکھتے ہیں:

قرآن میں سیکڑوں آیات ہیں جو علم طبیعیات، فلکیات، علم نباتات و حیوانات، طب و صحت اور ایگریکلچر وغیرہ علوم کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ تو کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم ان آیات کے معانی عالمِ غیر عرب کے سامنے پیش کریں اور قرآن کے سائنسی اور علمی اعجاز کو اجاگر کریں کہ آج کا علم اور تحقیقات جو کچھ کہہ رہی ہیں قرآن وہ سب پہلے ہی بتا چکا ہے کیا اعجاز قرآن کا یہ پہلو مغرب کے مادہ پرست ذہن کو متاثر کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؟ بالخصوص ایسی صورت میں کہ اپنے ہی وضع کردہ سائنسی اصولوں سے وہ بھی انکار

طریقہ نہیں ہے؟(۲۳)

یہ تھیں سائنسی تفسیر کے بعض پر جوش حامیوں کی آراء اوران کے دلائل۔ان دلائل میں سے نہ سب سے اتفاق کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی تمام باتوں سے اختلاف۔ ہمیں ان کی بعض باتیں قبول ہیں اور بعض میں تأمل ہے۔

ان دلائل کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ان تمام دلائل کی عمارت ان دو بنیادی مقدمات پر قائم ہے۔

(۱) قرآن کریم میں تمام علوم اولین وآخرین جمع کر دیئے گئے ہیں۔

(۲) قرآن کریم کی جدید سائنسی نظریات سے مطابقت قرآن کریم کے اعجاز کا ایک پہلو ہے، اور اس راستہ سے سائنس پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرنے والوں کے درمیان قرآن کی حقانیت ثابت کرنا آسان ہے، اور جدید اذہان کو اسلام کی دعوت دینے کا یہ ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

پہلے مقدمہ کو ثابت کرنے کے لئے ان حضرات نے تین طرح کے دلائل پیش کئے ہیں۔

(۱) قرآن کریم کی بعض آیات (۲) بعض آثار صحابہ (۳) متقدمین علماء کی آراء

جب کہ دوسرے مقدمہ کے ثبوت میں ان حضرات نے قرآن کریم کے اعجاز کی بحث چھیڑی ہے، اور ساتھ ہی سائنسی علوم کی ترقی اور روز افزوں اس کے ترقی پذیر ہونے کی بات کی ہے۔ان تمام دلائل اوران کے مقدمات کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ اپنے مقام پر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

ہم نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ اس طریقۂ تفسیر کے حامی دو قسم کے ہیں ایک طبقہ متشددین کا ہے جبکہ ایک طبقۂ علماء ایسا بھی ہے جو اس طریقۂ تفسیر کا حامی ضرور ہے مگر اس میں غلو، مبالغہ اور انتہاء پسندی کو نظر استحسان سے نہیں دیکھتا، اس طریقۂ تفسیر کے جواز کے لئے ان حضرات نے کچھ حدود اور شرائط مقرر کی ہیں، اس طبقہ سے ہم صرف ایک صاحب نظر عالم کی رائے نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

امام متولی الشعراوی:۔عالم ربانی امام متولی الشعراوی اس آخری دور میں ایک مغتنم ہستی اور اسلاف کرام کی یادگار تھے۔ عالم دین اور عارف باللہ ہونے کے ساتھ ساتھ علوم

جدیدہ پر بھی آپ کی نظر تھی، تحقیق کی گہرائی اور رائے کی پختگی کے ساتھ اعتدال پسندی آپ کا خاص وصف تھا، پچاس سے زیادہ کتب کے مصنف ہیں جن میں ایک مبسوط تفسیر قرآن بھی ہے۔اس وقت آپ کی ایک معرکۃ الآراء کتاب ''معجزۃ القرآن'' ہمارے پیش نظر ہے، اس کتاب کے بعض اہم مقامات کا ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

''قرآن کریم میں وسعتِ تجدّ د ہے اور یہی وسعت تجدّ د اعجاز قرآن کو مستمر اور مسلسل قائم رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ قرآن اور اس کے معانی میں یہ وسعت تجدّ د نہیں ہے اور اس کا سارا اعجاز ایک زمانے یا کسی ایک صدی میں ظاہر ہو گیا تو لازم آئے گا کہ آخر کی صدیوں میں قرآن بغیر معجزہ کے رہ گیا۔ یہ بات قرآن میں جمود و تعطل کے مترادف ہے۔ جبکہ قرآن کسی زمانے میں جامد اور تعطل پذیر نہیں ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔ وہ ہر آئندہ نسل اور ہر آنے والے فرد بشر کو بقدر طاقت و فہم اپنے اعجاز کا ثبوت فراہم کرے گا اس طرح کہ وہ حقائق جو گذشتہ نسلوں پر منکشف نہ ہوئے اور زمانے کی رفتار نے خود ان کو منکشف کیا آئندہ نسلیں ان حقائق کو پہلے سے قرآن میں موجود پائیں گی، ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے صرف اسی قدر تفسیر بیان فرمائی جو اس زمانے میں دین کے احکام کے لئے ضروری تھی۔ وہ حقائق اور دقائق علمیہ جو اللہ تعالیٰ مستقبل میں انسانی عقل اور علم کے ذریعہ روشن فرمانے والا تھا ان کو آپ نے بیان نہیں فرمایا، کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت عقل انسانی ان حقائق کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی لہٰذا آپ نے صرف وہ معانی بیان فرمائے جو ان کی فکری سطح کے مطابق اور ان کی ضروریات کے لیے کافی تھے۔

پھر زمانہ گذرتا گیا اور انسانی علم و فکر ارتقاء کی منزلیں طے کرتی گئی

یہاں تک کہ انسان خود اپنی عقل وفکر کے ذریعہ ان حقائق تک پہنچ گیا اب قرآن کی وسعت تجدّد نے ان سارے حقائق کو اپنے اندر سمو لیا"(۲۴)

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

"قرآن کریم کسی بھی حال میں قوانین فطرت اور حقائق کونیہ سے متصادم نہیں ہوسکتا اگر کہیں یہ تصادم پایا جاتا ہے تو یا تو قرآن کا صحیح معنیٰ سمجھنے میں غلطی کی گئی ہے یا پھر جس کو ہم حقیقت واقعیہ ثابتہ سمجھ رہے ہیں درحقیقت وہ حقیقت ثابتہ ہے ہی نہیں"(۲۵)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے علم قدیم ومحیط میں یہ بات تھی کہ نزول قرآن کے چند صدیوں بعد کچھ لوگ یہ دعویٰ کریں گے کہ ایمان کا دور ختم ہوگیا اب سائنس کا دور شروع ہوا ہے۔ اس لئے عالم الغیب نے کچھ ایسی چیزیں قرآن میں پوشیدہ فرمادیں جو اس قسم کا دعویٰ کرنے والوں کے سامنے قرآن کا اعجاز ثابت کرسکیں"(۲۶)

سائنسی تفسیر کا جواز فراہم کرنے کے بعد امام موصوف یہ تنبیہ بھی فرماتے ہیں:

"اس وسعت تجدّد کا یہ معنیٰ ہرگز نہیں ہے کہ ہم قرآن پر وہ معانی مسلط کردیں جن کی آیات قرآنیہ متحمل نہ ہوں، یا ان آیات کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں کہ گویا یہ انھیں علوم وفنون کے بیان کے لئے نازل ہوئی ہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن اس لئے نازل نہیں ہوا ہے کہ وہ علم ہندسہ، علم فلک یا علم فضاء کے رموز واسرار بیان کرے، قرآن نے ابتداء ہی میں اپنے مقصد نزول کو ان الفاظ میں واضح کردیا ہے۔ ھدی اللمتقین یعنی یہ کتابِ ہدایت ہے"(۲۷)

مخالفین کی آراء

جہاں اس طریقۂ تفسیر کے متشدد حامی ہیں وہیں کچھ اہل علم اس کے شدید مخالف بھی ہیں، مخالف علماء کی رائے میں اس طریقہ سے قرآن کی تفسیر کرنا قرآن کے تقدس کے ساتھ کھلواڑ کرنا ہے۔ جس طرح اس طریقۂ تفسیر کے حامی بعض متقدمین کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اسی طرح اسکے مانعین بھی اپنے موقف کی حمایت میں بعض متقدمین علماء کی رائے کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں اگر مجوزین نے امام غزالی اور حافظ سیوطی کو پیش کیا تو مانعین اپنی تائید میں امام ابو اسحاق شاطبی (م ۷۹۰ھ) کو پیش کرتے ہیں، امام شاطبی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''الموافقات فی اصول الاحکام'' میں ان لوگوں پر شدید تنقید کی ہے جنھوں نے قرآن کریم سے علوم اولین و آخرین کے استخراج کا دعویٰ کیا ہے۔

امام ابو اسحاق شاطبی کی رائے: -امام شاطبی نے ''مقاصد شرع'' پر بحث کے ضمن میں ان علوم کا تذکرہ کیا ہے جن سے عصرِ نزولِ قرآن میں اہل عرب واقف تھے، پھر ان کی دو قسمیں کی ہیں فائدہ مند، اور نقصان دہ، پھر فرماتے ہیں کہ شریعتِ اسلامیہ نے نافع کو برقرار رکھا اور نقصان دہ کو ممنوع قرار دے دیا، اس کے بعد فرماتے ہیں:

> ''بہت سے لوگوں نے علوم قرآن کے سلسلہ میں حد سے تجاوز کیا ہے، اور متقدمین ومتاخرین کے تمام علوم مثلاً طبیعیات، علم التعالیم، علم الہندسہ، ریاضیات، منطق اور علم الحروف وغیرہ کو علوم قرآن میں شامل کرلیا ہے، ہم نے جو کچھ پیچھے کہا ہے اس کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو یہ درست نہیں ہے''۔ (۲۸)

اس کے بعد دلیل کے طور پر فرماتے ہیں:

> سلف صالحین (صحابہ وتابعین) قرآن، اس کے علوم اور جو کچھ اس میں ودیعت کیا گیا ہے اس سب کے سب سے بڑھ کر جاننے والے تھے، ہمیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کسی نے ان علوم میں کچھ کلام کیا ہو، انہوں نے صرف احکام تکلیفیہ اور احکام آخرت وغیرہ پر ہی کلام

کیا ہے اگر ان حضرات نے ان علوم پر کچھ کلام کیا ہوتا تو وہ ضرور ہم تک پہونچتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات ان کے قائل نہیں تھے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ علوم (یعنی طبیعات، ریاضی اور منطق وغیرہ) جن کا یہ لوگ دعوئ کرتے ہیں وہ قرآن کے مقصد میں شامل نہیں ہیں، البتہ قرآن کریم میں عربوں کے بعض علوم سے تعرض کیا گیا ہے۔ (۲۹)

جن لوگوں نے قرآن کریم میں علوم اولین وآخرین کی موجودگی کا دعوئ کیا ہے ان کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے امام شاطبی فرماتے ہیں۔

یہ لوگ ان آیات سے استدلال کرتے ہیں و نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء، اور آیت کریمہ ما فرّطنا فی الکتاب من شیء اور یہ لوگ فواتح السور اور جو کچھ اس بارے میں نقل کیا گیا ہے اس کو بھی دلیل میں لاتے ہیں، اور اس سلسلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کے بعض اقوال بھی پیش کیے جاتے ہیں، مگر یہ جملہ دلائل محل نظر ہیں، جن آیات کو پیش کیا گیا ہے ان میں مفسرین کے نزدیک تبیاناً لکل شیء سے مراد وہ امور ہیں جن کا تعلق شرعی احکام وعبادات سے ہے، اور دوسری آیت میں ''الکتاب'' سے قرآن نہیں بلکہ لوح محفوظ مراد ہے، حالانکہ لوح محفوظ کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ وہ تمام علوم عقلیہ اور نقلیہ کو سموئے ہوئے ہے، جہاں تک سورتوں کے ابتدائی حروف کا تعلق ہے تو بعض اصحاب سِیَر نے ذکر کیا ہے کہ عرب ان سے اسی طرح آگاہ تھے جیسے جمل کے عدد سے جس کا علم انہوں نے اہل کتاب سے حاصل کیا تھا، اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ ان متشابہات سے ہوں جن کی تفسیر اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا، رہی یہ بات کہ ان حروف سے دیگر علوم مراد لئے جائیں، تو متقدمین میں سے کسی نے بھی اس کا دعوئ

نہیں کیا، لہٰذا ان حروف میں ان حضرات کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے،
اور حضرت علی یا دیگر صحابہ سے اس سلسلہ میں جو کچھ نقل کیا جاتا ہے وہ
ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ (۳۰)

اور آخر میں امام شاطبی اپنا حتمی موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ جائز نہیں ہے کہ ہم ان علوم کو قرآن میں داخل کر دیں جو اس کے مقتضاء کے خلاف ہیں بالکل اسی طرح جیسے یہ بات درست نہیں ہے کہ ہم ان علوم سے غفلت برتیں جو قرآن کے مقتضاء کے عین مطابق ہیں۔ (۳۱)

یہاں اس بات کا ذکر بھی بے جا نہ ہوگا کہ امام شاطبی کی رائے اور ان کے دلائل پر علامہ طاہر ابن عاشور (جن کی رائے اختصار کے ساتھ ہم نے گزشتہ صفحات میں نقل کی تھی) نے اپنی تفسیر "التحریر والتنویر" کے مقدمہ میں بھرپور تنقیدی نظر ڈالی ہے، اور امام شاطبی کے ان دلائل کا جواب دیا ہے۔

اب ذیل میں ہم ان حضرات میں سے چند نمائندہ اہل علم کی آراء اور ان کے دلائل پر ایک تفصیلی نظر ڈالیں گے، جو اس طریقۂ تفسیر کی مخالفت کرتے ہیں، گزشتہ صفحات کی طرح یہاں بھی ہم صرف ان حضرات کی آراء نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے اور ان پر اپنا تبصرہ آئندہ صفحات کے لئے محفوظ رکھتے ہیں۔

شیخ محمود شلتوت سابق شیخ الأزھر:- آپ نے قرآن کی ایک مبسوط تفسیر تحریر فرمائی ہے اس تفسیر کے مقدمہ میں آپ نے سائنسی طریقۂ تفسیر سے اختلاف رائے کیا ہے، فرماتے ہیں:

"ایک طائفہ نے جو دانشوروں کا طائفہ کہلاتا ہے علوم عصریہ سے استفادہ کیا اور سائنس، فلسفہ اور میڈیکل سائنس وغیرہ کے نظریات سے متاثر ہو کر اس کے مطابق قرآن کی تفسیر کرنا شروع کر دی ان حضرات نے قرآن میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دیکھا-مافرطنا فی الکتب من شی (ترجمہ:-نہیں نظر انداز کیا ہم نے کتاب میں کسی

چیز کو) اور اپنے حسب منشاء اس کی تاویل کر کے تفسیر قرآن کے میدان میں ایک نیا دروازہ کھول دیا اور علوم جدیدہ کی اساس پر قرآن کی تفسیر کرنے لگے اور یہ گمان کیا کہ اس طرح وہ قرآن کی خدمت کر رہے ہیں اور اسلام کے پرچم کو بلند کر رہے ہیں'' (۳۲)

اس کے بعد اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

''تفسیر قرآن کے سلسلہ میں یہ نقطۂ نظر بلا شبہ خطاء پر مبنی ہے اس لئے کہ قرآن اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ وہ سائنسی نظریات اور دقائق کونیہ پر گفتگو کرے یہ نظریہ اس لئے بھی درست نہیں ہے کہ اس کے حامی قرآن کے معانی کی تاویل میں اُس تکلف اور تعسف (کھینچ تان) سے کام لیتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ ذوق سلیم پر بار ہے بلکہ اعجازِ قرآنی کے منافی بھی ہے۔

اس نظریہ کے بطلان کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس طرح قرآن کو ایک دوڑ میں شامل کر دیا گیا ہے، سائنسی نظریات میں ثبات وقرار نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی رائے حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے سائنس میں آج ایک نظریہ درست ہوتا ہے تو کل وہ خرافات میں شامل کر دیا جاتا ہے اگر قرآن کو ہم سائنسی نظریات پر منطبق کرنا شروع کر دیں تو سائنس کی رفتار کے ساتھ ہمیں قرآن میں تقلب وتبدل یا کم از کم تکلف وتحکم کا دروازہ کھلا رکھنا پڑے گا ایسی کسی بھی صورت حال میں قرآن کا دفاع ایک انتہائی مشکل امر ہوگا لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ قران کی عظمت وجلالت کا احترام کریں اور اس کے تقدس کی حفاظت کریں اب رہیں وہ آیات جن میں اسرار خلق یا طبائع کونیہ کی طرف اشارات ہیں تو دراصل ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان ان اسرار وحقائق میں غور وفکر کرے تا کہ اس کے ایمان باللہ میں اضافہ ہو، ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ نہ تو قرآن کبھی کسی حقیقتِ علمیہ واقعیہ سے

متصادم ہوا ہے اور نہ قیامت تک ہوگا'' (۳۳)

شیخ موصوف سائنسی تفسیر کی چند مثالیں دے کر ان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگر علم و تحقیق کا یہی حال رہا تو کوئی بعید نہیں کہ ہمارے ان عالی مرتبت مفسرین میں سے کوئی صاحب یہ دعویٰ بھی کر دیں کہ ڈارون کا نظریۂ ارتقاء قرآن کی فلاں فلاں آیتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ ڈارون نے یہ نظریہ اب آخری دور میں پیش کیا ہے جبکہ قرآن اس کو سیکڑوں سال قبل بیان کر چکا ہے'' (۳۴)

یہاں اس بات کی طرف اشارہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ شیخ موصوف نے یہ بات محض اپنی دلیل میں وزن پیدا کرنے کے لئے لکھی ہوگی ورنہ شاید ان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ ہو کہ واقعی چند سال بعد ایک محقق یہ کارنامہ انجام دے دیں گے، مصر کے ڈاکٹر صلاح الدین ابوالعینین نے ایک کتاب ''حکایۃ البشر علمیا'' کے عنوان سے تصنیف کی جو مکتبہ شمس الفکر القاہرہ سے ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی، اس کتاب میں ڈاکٹر موصوف نے ڈارون کے ''نظریۂ ارتقاء'' پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے اس باطل نظریہ کو قرآن کریم کی بعض آیات کے عین مطابق ثابت کرنے کی طفلانہ کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر حسنی حمدان الدسوقی نے اپنی کتاب ''الاعجاز'' میں ڈاکٹر ابوالعینین کے اس خلاف اسلام نظریہ کا تحقیقی رد کیا ہے (۳۵)

شیخ شلتوت اس بحث کے اختتام پر فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ چاند کا کیا معاملہ ہے کبھی غائب ہو جاتا ہے کبھی باریک ہوتا ہے کبھی پورا گول ہو جاتا ہے یعنی ایک حال پر نہیں رہتا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) ''دریافت کرتے ہیں آپ سے نئے چاندوں کے متعلق (کہ یہ کیوں کر گھٹتے بڑھتے ہیں) فرمایئے یہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لئے'' (۳۶)

اسی طرح لوگوں نے روح کے متعلق سوال کیا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) ''یہ دریافت کرتے ہیں آپ سے روح کی حقیقت کے

متعلق (انہیں) بتایئے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور نہیں دیا گیا ہے تمہیں علم مگر تھوڑا سا" (۳۷) کیا یہ آیات واضح طور پر دلالت نہیں کررہی ہیں کہ قرآن ایسی کتاب نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ حقائق کونیہ اور دقائق علمیہ کی شرح فرمانا چاہتا ہے دراصل قرآن کتاب ہدایت ہے کتابِ اصلاح ہے اور کتابِ تشریع واحکام ہے" (۳۸)

علامہ عبدالعظیم الزرقانی:- علامہ موصوف ازھر کے شعبۂ تفسیر میں علوم قرآن کے پروفیسر تھے۔ آپ نے "**مناهل العرفان في علوم القران**" کے نام سے دوجلدوں میں بڑی معرکۃ الآراء کتاب تصنیف فرمائی ہے اس میں "**موقف القران من العلوم الكونيه**" کے عنوان سے ایک مستقل باب قائم کر کے سائنسی تفسیر کے عدم جواز پر آپ نے دلائل دیئے ہیں، فرماتے ہیں:

"قرآن نے اِن علوم کونیہ کو اپنا بنیادی موضوع قرار نہیں دیا ہے یہ اس لئے کہ یہ علوم قانونِ ارتقاء کے آگے مجبور ہیں کہ ان میں بھی ارتقاء ہو دوسرے یہ کہ ان علوم کی دقیق تفاصیل عام فہمِ انسانی سے بلند ہیں اور تیسرے یہ کہ قرآن کے اصل مقصود کے مقابلہ میں یہ علوم اتنے اہم نہیں ہیں کیونکہ قرآن کا اصل مقصد انسانیت کی فلاح اور دنیوی واخروی سعادتوں کی طرف انسان کی ہدایت ورہنمائی ہے۔

قرآن کتاب ہدایت واعجاز ہے لہٰذا یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ہم ہدایت واعجاز کی حدود سے تجاوز کریں اگر کہیں قرآن نے حقائق کونیہ کا ذکر بھی کیا ہے تو وہ بھی دراصل ہدایت کے لئے ہے اور یہ "**دلالة الخلق على الخالق**" کی قبیل سے ہے حقائق کونیہ کا ذکر اس لئے نہیں ہے کہ قران ہیئت وفلکیات اور طبیعیات اور کیمسٹری کے حقائق علمیہ کی شرح کرے، نہ اس لئے ہے کہ اس سے حساب، جبر ومقابلہ اور علم ہندسہ کا کوئی مسئلہ حل کیا جائے، نہ یہ مقصد ہے کہ علم طب میں ایک نئے باب اور تشریح الاعضاء میں ایک نئی فصل کا اضافہ کیا جائے

اور نہ یہ مقصد ہے کہ وہ علم حیوانات، نباتات یا طبقات الأرض کے
مسائل پر گفتگو کرے۔ لیکن بعض محققین جن کو علوم قرآن اور اس کے
معارف میں وسعت دینے کا شوق پیدا ہوا انھوں نے قران کو علوم
کونیہ وعصریہ کے تناظر میں دیکھنا شروع کر دیا حالانکہ وہ اس عمل میں
سراسر غلطی پر ہیں اور حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ اگر چہ اس سلسلہ میں
ان کی نیت اچھی اور جذبہ صادق ہے مگر نیت کی صحت اور جذبہ کی
صداقت اس بات کا جواز نہیں بن سکتے کہ آدمی خلافِ واقعہ بات
بیان کرے اور اللہ کی کتاب پر ایسے معانی مسلط کر دے جو اس کے
مقصدِ نزول سے میل نہ کھاتے ہوں بالخصوص ایسی صورت میں کہ
جب قرآن نے خود متعدد مقامات پر اپنے مقصد نزول کا بانگ دہل
اعلان کیا ہو'' (۳۹)

اس کے بعد آپ نے وہ آیات نقل فرمائی ہیں جن میں قرآن کا مقصد نزول اور اس کا
منصب ہدایت وارشاد بیان کیا گیا ہے۔ کچھ آگے چل کر ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

''جو تحقیقات کل کے علماء ہیئت وفلکیات نے کی تھیں آج کے علماء
نے ان سب کو باطل قرار دے دیا، کل علم طبعیات کے ماہرین نے جو
کچھ کہا تھا آج کے علماء اس کے مخالف نظریات پر قائم ہیں کل جو
بات مؤرخین عالم نے ثابت کی تھی آج کے مؤرخین اس کی نفی کرتے
ہیں، کل کے مادہ پرستوں نے علم وعقل کے سہارے جن جن باتوں کا
انکار کیا تھا آج کے مادہ پرست اُسی علم وعقل کے دعوے کے ساتھ
ان سب کو تسلیم کر رہے ہیں اس سب کے بعد کیا یہ کسی طرح بھی
مناسب ہے کہ ہم ان علوم کے سلسلہ میں خود کو دھوکے میں رکھتے
ہوئے کسی خوش فہمی کا شکار رہیں'' (۴۰)

عباس العقاد کی رائے:۔ عربی کے صاحب طرز شاعر، علوم اسلامیہ اور تاریخ کے
ماہر، بلند پایہ مفکر وادیب عباس محمود العقاد کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، وہ اپنی روشن خیالی

یا بالفاظ دگر آزاد خیالی کے باعث اکثر علماء کا ہدف تنقید بنتے رہے ہیں، ان کی بعض آراء سے ذاتی طور پر ہمیں بھی اتفاق نہیں ہے مگر یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ اپنی تمام تر روشن خیالی اور تجدّد پسندی کے باوجود اس طریقۂ تفسیر کے مخالف ہیں۔

ان کی کتاب ''الفلسفة القرآية'' ہمارے پیش نظر ہے اس کے چند ضروری اقتباسات ہدیۂ قارئین ہیں، لکھتے ہیں:

''انسانی علوم کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا جا رہا ہے، جو ناقص تھا وہ کامل، جو گنجلک تھا وہ واضح اور جو منتشر تھا وہ مرتب ہو رہا ہے خطاء صواب کی حدود میں داخل ہو رہی ہے اور تخمین و شک یقین میں تبدیل ہو رہے ہیں سائنسی قواعد تسلیم کے بعد انکار اور ثبوت کے بعد بطلان سے ہمکنار ہو رہے ہیں جو حقائق حرفِ آخر سمجھے گئے تھے ان میں نئے سرے سے تجربات اور تحقیقات کا آغاز ہو رہا ہے۔''

اس تمہید کے بعد لکھتے ہیں:

''جب بھی کسی نسل کے سامنے کوئی نئی سائنسی تحقیق آئے تو کتاب عقیدہ سے یہ مطالبہ نہ کیا جائے کہ وہ اس تحقیق سے مطابقت رکھے، نہ اس کتاب کے ماننے والوں سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ تم ان علوم و تحقیقات کا اپنی کتاب سے استخراج کر کے دکھاؤ کیونکہ کتاب عقیدہ کا یہ منصب ہی نہیں ہے'' (۴۱)

اس کے بعد انہوں نے بعض آیات کی سائنسی تفسیروں کی چند مثالیں دی ہیں اور ان میں غلطی کی نشاندہی کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ جن معانی کو ان آیات پر منطبق کیا گیا ہے وہ محض زبردستی ہے حالانکہ معانی آیات اور ان تحقیقات جدیدہ کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

''درحقیقت یہ حضرات اسلام کے نادان دوست ہیں اور محبت کے دھوکے میں عداوت کر رہے ہیں اور نادانستگی میں اپنی خطا کو اسلام کے کھاتے میں ڈال رہے ہیں۔ قرآن کے سلسلہ میں اس قسم کے

دعویٔ تطبیق کی ہمیں ہرگز حاجت نہیں ہے کیونکہ وہ ایک کتاب عقیدہ ہے جو ضمیر کو مخاطب کرتی ہے، ایک کتابِ عقیدہ سے جو بہترین مطالبہ کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ علم وحکمت میں غور وفکر کی دعوت دے اور اس کا کوئی حکم ایسا نہ ہو جو تفکر وتعقل کی ممانعت اور علم میں زیادتی کی مخالفت کرے اور ان سب باتوں کی ضمانت ایک مسلمان کے لئے اس کی کتاب میں موجود ہے۔ اسلام کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کے لئے معرفت کے دروازے کھولے ہیں اور ان کو حصول علم اور اس میں ترقی پر ابھارا ہے اور زمانے کی رفتار کے ساتھ علوم کی ایجادات کو قبول کرنے کی دعوت دی ہے نیز ذرائعِ تعلیم اور وسائلِ تحقیق وانکشاف کے تجدد پر بھی کوئی قدغن نہیں لگائی''۔ (۴۲)

علامہ محمد حسین ذہبی کی رائے:۔ اُستاذ الأساتذہ علامہ ڈاکٹر محمد حسین ذہبی تفسیر اور علوم قران کے متخصص تھے اور جامعۂ ازہر میں علوم قران کے پروفیسر تھے۔ آپ نے ''التفسیر والمفسرون'' کے عنوان سے اصولِ تفسیر اور تاریخِ تفسیر پر بڑی معرکۃ الآراء کتاب تصنیف فرمائی ہے یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے، اس میں آپ نے سائنسی تفسیر پر محققانہ بحث کی ہے پہلے آپ نے امام غزالی اور امام شاطبی سمیت فریقین کے دلائل نقل کئے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں:

میرے نزدیک امام شاطبی کی رائے درست ہے کیونکہ ان کے دلائل دوسرے فریق کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہیں (۴۳)

پھر آگے لکھتے ہیں:

اس طریقۂ تفسیر کے علم برداران آیات سے سند لاتے ہیں جن میں کائنات کی بعض حقیقتوں کی طرف اشارہ ہے یا وہ آیتیں جو انفس و آفاق کے مطالعہ کی دعوت دیتی ہیں ان آیات سے استناد کرتے ہوئے وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن میں علوم اولین وآخرین جمع کر

دیئے گئے ہیں درحقیقت یہ حضرات ان آیات کے معانی سمجھنے میں فہم خاطی کا شکار ہیں اس لئے کہ جن آیات میں ملکوت السماوات والارض یا مطالعۂ انفس وآفاق کی طرف دعوتِ فکر دی گئی ہے ان کا مقصد صرف نصیحت، موعظت اور عبرت ہے تاکہ لوگ اللہ کی نشانیوں میں غور وفکر کریں اور اللہ کی قدرت و وحدانیت پر ایمان لائیں یہ مقصد نہیں ہے کہ علوم کونیہ اور علم سائنس کے سارے قوانین و ضوابط اور نظریات و دقائق ان آیات میں تلاش کئے جائیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن کتاب طب و ہندسہ نہیں ہے بلکہ کتاب ہدایت ہے۔ یہ حضرات اچھی طرح سمجھ لیں کہ قرآن اس قسم کے تکلف سے بے نیاز ہے جو اس کے اصل مقاصد یعنی اصلاح حیات، ریاضۃ النفس اور رجوع الی اللہ ہی سے قرآن کو خارج کئے دیتا ہے۔ یہ حضرات یہ بھی جان لیں کہ ان کے اور ان کی کتاب کے حق میں یہی بہتر ہے کہ زمانے کی رفتار کا ساتھ دینے اور اعجاز قرآنی کے اظہار کے شوق میں اپنی تفسیروں کے ذریعہ قرآن کو بازیچۂ اطفال نہ بنائیں، قرآن کی فضیلت کے حق میں اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی کوئی نص صریح کسی بھی حقیقت ثابتہ صحیحہ سے متصادم نہیں ہے۔(۴۴)

سائنسی تفسیر کے مخالف علماء کی آراء اور ان کے دلائل ہم نے بلا تبصرہ نقل کئے، حامی علماء کی طرح مخالف علماء کی بھی نہ ہر بات سے اتفاق کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہمیں ان سے صدفی صد اختلاف ہے، ان کی بعض باتیں قابل قبول ہیں اور کچھ میں ہمیں تأمل ہے، اب ہم دونوں فریقوں کے دلائل کا تنقیدی جائزہ لے کر کسی حتمی نتیجہ تک پہونچنے کی کوشش کریں گے۔

تنقیدی جائزہ:۔ سائنسی تفسیر کے حامی اور مخالف علماء کے نظریات اور دلائل کا گہرائی سے تنقیدی جائزہ لیا جائے تو مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

(۱) یہ بات درست ہے کہ اعجاز قرآنی مستمر اور مسلسل ہے نہ کسی زمانے میں قرآن اعجاز سے خالی ہوا نہ قیامت تک ہوگا، چونکہ وہ ہر دور اور ہر زمانے کے لئے ہے اس لئے اس

کا اعجاز بھی ہر زمانے کے لئے ہے فرق اتنا ہے کہ ہر زمانے کے لحاظ سے اس کے ظہورِ اعجاز کی شان مختلف ہوسکتی ہے۔اس کی ہزاروں شانوں میں سے ایک شان کا اظہار سائنسی اعجاز کو بھی تسلیم کیا جاسکتا ہے لہٰذا مطلقاً سائنسی اعجاز کو خارج از امکان قرار دینا اور قرآن کے اعجاز کو صرف بلاغی یا لسانی اعجاز میں منحصر کر دینا درست نہیں ہے بالکل اسی طرح جیسے اعجاز قرآنی کو صرف سائنسی اعجاز پر موقوف مان کر دیگر مظاہرِ اعجاز کو مسترد کر دینا۔

(۲) یہ درست ہے کہ نصِ قرآنی کو''حـمّـالة'' کہا گیا ہے،یعنی یہ ایک سے زیادہ معانی کی محتمل ہوسکتی ہے۔ چنانچہ ایک ہی نص سے بیک وقت ایک سے زیادہ معانی کا استخراج کیا جاسکتا ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ ان پر کوئی قرینہ قائم ہو اور یہ مختلف معانی آپس میں متناقض و متضاد نہ ہوں بلکہ ان کے درمیان تطبیق ممکن ہو،یعنی ان معانی میں اختلاف تضاد نہ ہو بلکہ اختلاف تنوع ہو،لہٰذا اگر کسی آیت کے چند احتمالی معانی میں سے کوئی معنیٰ بلا تکلف و تحکم کسی جدید ایجاد یا تحقیق کے مطابق ہو تو اس احتمال کو بالکلیہ رد کر دینا اتنا ہی غلط ہے جتنا باقی احتمالی معانی کو مسترد کر کے صرف مطابقت والے معنیٰ پر اصرار کرنا۔

(۳) سائنسی تفسیر کے مخالفین کی اس بات سے ہمیں اتفاق ہے کہ قرآن کریم کتاب ہدایت ہے سائنس کی کتاب نہیں ہے،اور جن جن مقامات پر قرآن نے انفس و آفاق یا حیات و کائنات کے مطالعہ کی دعوت دی ہے ان کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ان آیات میں تأمل و فکر کر کے فزکس، کیمسٹری اور اسٹرانومی یا باٹنی کے مسائل کا استخراج کیا جائے بلکہ ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ ان انفس و آفاق میں غور و فکر کیا جائے اور اس عالم رنگ و بو میں تدبّر و تفکر کر کے اس کے خالق و صانع کی قدرت و ربوبیت پر ایمان لایا جائے۔مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اگر کوئی حقیقت علمیہ اور نظریۂ کونیہ بلا تکلف و تحکم اور بغیر کھینچ تان کے کسی آیتِ کریمہ پر منطبق ہو تو بلا وجہ اس سے بھی منھ موڑ لیا جائے۔

(۴) مخالفین کی یہ بات بھی درست ہے کہ قرآن اس سے بے نیاز ہے کہ اس کی صداقت وصحت پر علوم جدیدہ سے سند اور دلیل لائی جائے۔اب رہی یہ بات کہ اگر یہ نہ کیا جائے تو آخر''خوگرِ پیکرِ محسوس'' اور دلیل و مشاہدہ کے عادی عقلیت پسند اور مادہ پرست انسان کو کیونکر قرآن کی صداقت کا قائل کیا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آج یورپ اور

امریکا میں جو لوگ تیزی سے اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں ان میں اگر چہ ایسے ذی علم بھی ہیں جو اس قسم کی تطبیق و مطابقت کو دیکھ کر ایمان لائے ہیں مگر اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کو قرآن اور سائنس کی مطابقت نے نہیں بلکہ قرآنی تعلیمات نے متاثر کیا ہے۔ انسانی حقوق کا احترام، تصور مساوات، نظریۂ رحمت ورافت، روحانی اور اخلاقی پہلو اور اعلیٰ انسانی اقدار کی طرف دعوت، یہ قرآن کے بعض وہ اوصاف ہیں جو لوگوں کے ذہنوں کو اپیل کرتے ہیں۔ یہ بات محض خوش اعتقادی پر مبنی نہیں ہے بلکہ دلیل میں ڈاکٹر احمد المرسی کی ترتیب کردہ کتاب ''لماذا أنا مسلم''؟ (یعنی میں مسلمان کیوں ہوں) پیش کی جاسکتی ہے جو قاہرہ سے طبع ہوئی ہے، اس میں یورپ اور امریکہ کے مختلف شہروں کے سو (۱۰۰) ایسے افراد کا انٹرویو ہے جو گذشتہ ۱۰-۱۵ برسوں میں ایمان لائے ہیں یہ سب لوگ ذی علم اور پڑھے لکھے ہیں، کتاب پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ صرف ۱۹/لوگ ایسے ہیں جو قرآن اور سائنس کی حیرت انگیز تطبیق دیکھ کر متاثر ہوئے، باقی سب لوگوں کو قرآن کی انہیں تعلیمات نے متاثر کیا ہے جن کا ہم نے ماقبل میں ذکر کیا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ آج اگر قرآن و سائنس کی تطبیق نہ دکھائی جائے تو لوگ کیونکر متاثر ہوں گے محض ایک مفروضہ اور واہمہ ہے۔ ہاں اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس قسم کی مطابقت سے اسلام کی دعوت و تبلیغ میں مدد ضرور لی جاسکتی ہے۔

(۵) اس طریقۂ تفسیر کے خلاف مخالفین کی جانب سے سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ سائنسی تحقیقات و نظریات میں ثبات و قرار نہیں ہے اگر ہم نے قرآن سے سائنس کی مطابقت و تطبیق کا دروازہ کھول دیا تو بڑی دشواری پیدا ہو جائے گی مثلاً آج ایک سائنسی نظریے کو قرآن کے مطابق ثابت کر دیا گیا کل اگر علم و مشاہدہ کی بنیاد پر اس کے خلاف نظریہ قائم ہو گیا تو اب ہمارے سامنے دو راستے ہوں گے ایک تو یہ کہ ہم اس جدید تحقیق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں اور پرانے والے نظریئے پر ہی اصرار کرتے رہیں اس صورت میں اربابِ تحقیق (جو ظاہر ہے کہ اپنے اس جدید نظریے کے حق میں تجربات و مشاہدات اور علمی و عقلی دلائل رکھتے ہوں گے) کی نظر میں قرآن کا اعجاز ثابت ہونے کی بجائے الٹا مذاق بن کر رہ جائے گا۔ دوسرا راستہ یہ ہوگا کہ اس جدید نظریے کو بھی قرآن کے مطابق ثابت کر دیا جائے۔ اس صورت میں وہ کتاب جو ہدایت و اعجاز کے لئے آئی تھی ''کتاب تضاد'' بن کر رہ

جائے گی۔

یہ اعتراض نہایت برجستہ اور منطقی ہے اس کا جواب استاذ محترم ڈاکٹر جمال مصطفیٰ مدظلہ کی اس تحریر میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔

”قرآنی عبارات کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک سے زیادہ معانی کی محتمل ہوسکتی ہیں، اس خصوصیت نے قرآنی مدلولات کا دائرہ وسیع کردیا ہے، اس بنیاد پر اگر کسی حقیقتِ علمیہ ثابتہ کی نظیر آیت کے محتمل معانی میں سے کسی ایک میں پائی جائے تو اس احتمال کو تسلیم کیا جاسکتا ہے، مگر اس پر جزم وقطعیت کا حکم لگانا درست نہیں ہے، ظاہر ہے کہ یہ حقیقتِ علمیہ احتمالی معانی میں سے ایک میں داخل ہورہی ہے، قرآن کی نص قطعی اس پر دلالت نہیں کرتی۔ اب اگر یہ حقیقتِ علمیہ زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ برقرار رہے تو ہم بھی اس احتمال کو تسلیم کرتے رہیں گے اور اگر اس کے خلاف پر کسی زمانے میں دلیل قائم ہوجائے تو بھی قرآن پر کوئی حرف نہیں آئے گا، کیونکہ ہم نے اس حقیقتِ علمیہ پر نص قطعی کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اس کی مثال اس طرح دی جاسکتی ہے کہ قرآن نے ارشاد فرمایا ہے:

ومن کل شيء خلقنا زوجين (ترجمہ) ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں۔ آج کا جدید سائنسی نظریہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز میں دو متقابل قوتیں یا دو متقابل اجزا ہوتے ہیں، جن میں سے ایک کو الیکٹرون اور دوسرے کو پروٹون کہا جاتا ہے۔ اب اگر اس نظریے کو قرآن پر منطبق کرتے ہوئے دعویٰ کیا جائے کہ آیت میں مذکور لفظ ”زوجین“ سے یہی الیکٹرون اور پروٹون مراد ہیں تو یہ طریقۂ تفسیر درست نہیں ہے، ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لفظ زوجین کے متعدد احتمالی معانی میں سے ایک معنیٰ ان پر بھی منطبق ہوتا ہے، مگر آیت اس پر نص قطعی نہیں ہے، اب اگر یہ نظریہ قائم رہتا ہے تو ہم بھی اس

احتمال کو تسلیم کرتے رہیں گے اور اگر کسی زمانے میں الیکٹرون اور پروٹون خرافات ثابت ہو جاتے ہیں تب بھی قرآن پر کوئی اثر نہیں ہوگا کیوں کہ قرآن نے ان پر نص وارد نہیں کی تھی (۴۵)

پروفیسر موصوف کا جواب بظاہر تو معقول لگتا ہے مگر اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہے کہ "فیه مافیه"۔

قرآن اور سائنس میں تعارض کی حقیقت

قرآن جس ذات نے نازل فرمایا ہے اور یہ جس کا کلام ہے اسی ذات نے یہ پوری کائنات بنائی ہے، اور اس کو کائنات کے ایک ایک ذرے کی خبر ہے، لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ قرآن میں کائنات کے بارے میں کوئی ایسی معلومات دی گئی ہو جو تحقیقات سے غلط ثابت ہو جائے۔ اگر کہیں بظاہر قرآن کی کسی آیت اور کسی سائنسی نظریے میں تعارض نظر آ رہا ہو تو یا تو قرآن کریم کی اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں خطا ہوئی ہے یا پھر وہ سائنسی نظریہ غلط ہے۔ بہت مشہور جملہ ہے کہ "لا تعارض بين صحيح المنقول وصريح المعقول" یعنی صحیح منقول اور صریح معقول کے درمیان تعارض ممکن نہیں ہے۔ ابن رشد الاندلسی اپنی کتاب "فصل المقال فيما بين الحكمة والشريعة من الاتصال" میں لکھتے ہیں:

"واذا كانت هذه الشريعة حقاً وداعية الى النظر المؤدى الى معرفة الحق فإنّا معشر المسلمين نعلم على القطع انه لا يؤدى النظر البرهانى الى مخالفتما ورد به الشرع فإن الحق لا يضاد الحق بل يوافقه ويشهد له(۴۶)

ترجمہ:۔ جب یہ شریعت حق ہے اور اس نظر وفکر کی طرف داعی ہے جس نظر وفکر کے ذریعہ حق کی معرفت حاصل ہوتی ہے، تو ہم مسلمان قطعی طور پر اس بات کو جانتے ہیں کہ جو کچھ شریعت میں وارد ہے نظر برہانی اس کی مخالفت کی طرف ہرگز رہنمائی نہیں کرے گی، اس لئے کہ حق، حق کا معارض نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کا موافق ہوتا ہے اور اس

(کی صحت) پر گواہی دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں ڈاکٹر احمد عمر ابو حجر فرماتے ہیں:

''سائنسی تحقیقات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

(۱) سائنسی مفروضہ

(۲) سائنسی نظریہ

(۳) سائنسی حقیقت

سائنسی مفروضہ اور سائنسی نظریہ قابل تبدیل ہوتے ہیں اور کبھی بظاہر قرآنی آیات سے متصادم بھی ہوتے ہیں مگر بعض نظریات مسلسل تحقیقات، تجربات اور مشاہدات کے عمل سے گزرتے ہوئے بالآخر سائنسی حقیقت میں تبدیل ہو جاتے ہیں، اور کوئی حقیقت علمیہ ثابتہ کسی بھی حال میں قرآن کریم سے متعارض نہیں ہو سکتی ہاں کبھی کبھی بعض سائنسی نظریات قرآن کی بعض آیات سے متعارض نظر آتے ہیں اور یہ تعارض اس بات کی دلیل ہے کہ یہ نظریات ابھی ناپختہ ہیں ان کے استنباط میں کہیں نہ کہیں انسانی عقل نے دھوکا کھایا ہے(۴۷)

شیخ مصطفیٰ المراغی لکھتے ہیں:

ان الحقائق العلم لا تتنافی مع القرآن ابداً، ولکن النظریات العلمیة التی لم تستقر بعد بأدلة یقینیة ثابتة قد تختلف۔ (۴۸)

ترجمہ:۔ سائنسی حقائق کسی بھی حال میں قرآن کے ساتھ متعارض نہیں ہو سکتے، ہاں وہ سائنسی نظریات جو ابھی ادلۂ یقینیہ ثابتہ کے ذریعہ مستقر نہیں ہوئے ہیں وہ کبھی قرآن سے متعارض ہو جاتے ہے۔

سائنسی تفسیر کے سلسلہ میں بعض بے اعتدالیاں

سائنسی تفسیر کے پر جوش حامیوں سے اس سلسلہ میں بعض بے اعتدالیاں بھی صادر

ہوئی ہیں جن سے بہر حال اتفاق نہیں کیا جا سکتا، مثلاً

(۱) یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر سائنسی نظریے کو قرآن کے مطابق ثابت کر دکھایا جائے اور اگر بعض سائنسی نظریات کو قرآن کے مطابق نہ دکھایا گیا تو گویا قرآن کی صداقت میں شک واقع ہو جائیگا، لیکن سائنسی تفسیر سے متعلق کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ اس طریقۂ تفسیر کے حامیوں نے گویا قسم کھالی ہے کہ سائنس کا ہر نظریہ خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو اس کو قرآن کریم کے مطابق ضرور ثابت کر دکھایں گے، بلکہ بعض وہ تحقیقات جو ابھی صرف ایک مفروضے سے آگے نہیں بڑھی ہیں اور خود سائنسدانوں کے درمیان اس میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں، ایسے پادر ہوا مفروضوں کو بھی ہمارے ان مفسرین نے قرآن کریم کے عین مطابق ثابت کر دکھانے میں ذرا دیر نہیں لگائی۔ اس انتہا پسندی اور بے اعتدالی نے مزید چند بے اعتدالیوں کو جنم دیا، جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(۲) جب ہر سائنسی نظریے اور قرآن کریم کے درمیان تطبیق کی ٹھہری تو پھر قرآن کی آیتوں میں بے جا تاویل اور کھینچ تان کا دروازہ بھی کھولنا پڑ گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ آیت کے سیاق وسباق اور اس کے شان نزول وغیرہ سے بالکل قطع نظر کرکے اس آیت کی تفسیر کی جانے لگی، بلکہ اگر کبھی کسی سائنسی مفروضے کو قرآن کریم کے مطابق ثابت کرنے کے لئے ضرورت پڑی تو عربی لغت اور نحوی وصرفی قواعد کی مخالفت سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔

(۳) سائنسی تفسیر کرنے والے بعض جدید مفسرین کی عادت یہ ہے کہ وہ جب کسی آیت کا مفہوم بیان کرتے ہیں تو یہ تأثر دیتے ہیں کہ نزول قرآن سے لے کر آج تک اس آیت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا گیا اب سائنس کی مدد سے اس آیت کا مفہوم واضح ہوا ہے اور اس سے قبل جتنے بھی علماء اور مفسرین گزرے سب نے اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ کسی آیت کے معنی ومفہوم کے سلسلہ میں از اول تا آخر پوری امت کو خاطی یا جاہل گردانا کوئی معمولی جرم نہیں ہے۔ بالخصوص وہ آیات جن کی تفسیر رسول معصوم ﷺ سے بروایات صحیحہ منقول ہو ان کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کا صحیح معنی اور اللہ کی مراد اب ہم نے سمجھی ہے اس سے پہلے لوگ کم علمی کی وجہ سے اس کو غلط سمجھتے آرہے تھے یہ بہت سنگین جرم ہے، بقول یوسف قرضاوی ''اس طریقۂ تفسیر کو اس شرط پر قبول کیا جا سکتا ہے کہ یہ قدیم

تفاسیر پر ایک اضافہ ہو، نہ یہ کہ یہ طریقۂ تفسیر قدیم تفاسیر پر خط تنسیخ کھینچ دے‘‘ (۴۹)

سائنسی تفسیر کے رواج کے اسباب

جیسے جیسے علم و تحقیق کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے ویسے ویسے سائنسی تفسیر کا رواج بھی بڑھتا جا رہا ہے، گزشتہ ۲۰، ۲۵ برسوں میں اس موضوع پر اتنی کثرت سے کتابیں لکھی گئی ہیں کہ ان کو جمع کر لیا جائے تو صرف انہیں کتابوں سے ایک لائبریری تیار ہو جائے، سائنسی تفسیر کے اس بڑھتے ہوئے رواج پر غور کیا جائے تو اس کے چند بنیادی اسباب سامنے آتے ہیں۔

(۱) چونکہ جدید ذہن کو اس طریقے سے اسلام کی دعوت دینے میں مدد ملتی ہے لہٰذا اس طریقۂ تفسیر کے رواج پانے میں اس خیال کا بھی ایک اہم رول ہے کہ اس طرح ہم اسلام کی عظیم الشان خدمت کر رہے ہیں، اس میں سائنسی تفسیر کے بعض حامیوں کے خلوص اور تبلیغ اسلام میں ان کے جذبۂ صادق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

(۲) ہمارا یہ اعتقاد کہ قرآن میں علوم اولین و آخرین جمع کر دئے گئے ہیں، اس اعتقاد نے بھی اس قسم کی تفسیروں کے رواج میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔

(۳) بعض لوگوں کا جدید سائنسی تحقیقات اور ترقی سے حد سے زیادہ متأثر اور مرعوب ہونا، ان کے نزدیک حق و باطل کا معیار صرف سائنس ہے جو چیز سائنس کے معیار پر کھری اترے وہ ان کے نزدیک حق ہے اور جو سائنس کے مزعومہ معیار پر پوری نہ ہو وہ خرافات میں شامل ہے لہٰذا ان کے نزدیک قرآن کی صداقت کے لئے یہ ضروری قرار پایا کہ اس کی ہر آیت جدید سائنس کے مطابق ہو، یہ لوگ سائنس سے اس قدر مرعوب ہیں کہ کوئی سائنسی مفروضہ بھی اگر کسی آیتِ کریمہ سے متعارض ہوتا ہو تو یہ حضرات آیت میں تاویل ضروری سمجھتے ہیں، یہ مرعوب ذہنیت بھی سائنسی تفسیر کے رواج کا ایک اہم سبب ہے۔

(۴) مسلمانوں کے زوال اور مغرب کی ترقی نے مسلمانوں کو ایک طرح احساس کمتری کا شکار کر دیا، سائنسی تفسیر کے رواج میں اس احساس کمتری اور شکست خوردہ ذہنیت نے بھی ایک اہم کردار ادا کیا ہے، گویا ہم جب کسی سائنسی تھیوری کو قرآن کے مطابق ثابت کرتے ہیں تو اس کے پیچھے کہیں نہ کہیں یہ احساس بھی شامل ہوتا ہے کہ اے سائنسدانو!، ہم

تمہارے مقابلے میں غیر ترقی یافتہ ہی سہی لیکن تم اپنی تحقیقات کے بعد جس نتیجے تک اب پہونچے ہو وہ ہمارے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ہماری آسمانی کتاب یہ بات آج سے سیکڑوں سال پہلے کہہ چکی ہے۔اس خیال سے ہم اپنی شکست کے احساس سے کچھ دیر کے لئے نجات حاصل کر لیتے ہیں اور نفسیاتی طور پر ہم مغرب کے مقابلے میں اپنی برتری کے احساس سے سرشار ہو جاتے ہیں۔

یہ ہیں وہ اسباب جن کی وجہ سے دن بدن سائنسی تفسیر کا رواج زور پکڑتا جارہا ہے۔(۵۰)

سائنسی تفسیر کے جواز کے لئے کچھ شرائط

گزشتہ بحثوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بہر حال سائنسی تفسیر کے جواز اور فائدے سے بالکلیہ انکار نہیں کیا جاسکتا۔مگر اس کے جواز کے لئے کچھ حدود اور شرائط ہونا ضروری ہے تا کہ قرآن کریم کو بازیچۂ اطفال بنا کر اس کے تقدس سے کھلواڑ نہ کیا جاسکے۔اس سلسلہ میں محتاط علماء و محققین نے کچھ شرائط وضع کی ہیں، یہاں ہم ان میں سے بعض شرائط کا ذکر کریں گے۔

(۱) نصوص قرآن اپنے ظاہر پر ہیں ان میں تاویل صرف اسی صورت میں جائز ہے جب کوئی صارف قطعی موجود ہو، بغیر صارف قطعی تاویل اور بلا وجود قرینہ حقیقی معنیٰ سے مجاز کی طرف نص کو پھیرنا جائز نہیں ہے،کوئی سائنسی مفروضہ یا نظریہ کسی بھی حال میں صارف قطعی اور قرینۂ قویہ قرار نہیں دیا جاسکتا، کہ صرف اس سائنسی نظریے کی تطبیق کی خاطر خوانخواہ نص کو ظاہر سے پھیرا جائے یا حقیقی معنیٰ سے مجازی معنیٰ کی طرف عدول کیا جائے۔سائنسی تفسیر کے حامیوں نے اس شرط کو نظر انداز کر دیا جس کی وجہ سے قرآن کریم میں بے جا تاویلات کا دروازہ کھل گیا۔

(۲) جب کسی سائنسی نظریہ کی کسی آیت سے مطابقت ثابت کرنا ہو تو پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس موضوع سے متعلق قرآن کریم میں اور کتنی آیات ہیں، ان تمام آیات کو جمع کر کے ان پر غور کیا جائے اور پھر ایک معنیٰ متعین کیا جائے، اگر ایسا نہیں کیا جائیگا تو ممکن ہے کہ ایک موضوع سے متعلق ایک آیت تو اس سائنسی نظریے کے مطابق ہو جائے لیکن اسی

موضوع سے متعلق دوسری آیت کے الفاظ ان معانی کے متحمل نہ ہوں، اس طرح قرآن کریم تضادات کا مجموعہ بن کررہ جائیگا۔

(۳) اس سلسلہ میں ایک بہت اہم شرط یہ ہونا چاہیئے کہ جب تک کوئی سائنسی تحقیق ''سائنسی حقیقت'' کے درجے کو نہ پہونچ جائے اس وقت تک اس کی توفیق وتطبیق کی کوشش نہیں کی جانی چاہیئے، کیونکہ جیسا کہ ابھی گزرا کہ سائنسی مفروضات اور سائنسی نظریات میں ثبات وقرار نہیں ہے، لہٰذا ایسے کسی بھی مفروضے یا نظریئے کو قرآن کے مطابق ثابت کرنا قرآن کی صداقت کو مشکوک بنادینے کے مترادف ہے۔

(۴) قرآنی آیات کے مدلولات کا دائرہ اگر چہ وسیع ہے مگر اس کا خیال رکھنا ہوگا کہ قرآنی الفاظ کے صرف انہیں معانی کا استخراج کیا جائے جن پر وہ لفظ عصر نزول قرآن میں دلالت کرتے ہوں، مفردات قرآنی کے ان معانی سے تجاوز نہیں کیا جائیگا جو عصر نزول میں مستعمل تھے، مثلاً عصر نزول میں لفظ ''ساعت'' کے چند معانی تھے مگر اب جدید عربی میں ''ساعت'' وقت معلوم کرنے کے ایک آلے یعنی گھڑی کو بھی کہتے ہیں، اب اگر یہ کہا جائے کہ گھڑی کا ذکر قرآن میں موجود ہے تو یہ درست نہیں ہوگا۔

(۵) قرآن اور سائنس کی تطبیق کے وقت نحوی اور صرفی قواعد اور اصولِ بلاغت کی رعایت کرنا بھی ضروری ہے، قرآن کی زبان اس کا سب سے بڑا اعجاز ہے، لہٰذا ایسے معانی کا استخراج جائز نہیں ہے جن کی وجہ سے نحوی وصرفی قواعد کی مخالفت یا اصول بلاغت سے خروج لازم آئے

(۶) تطبیق کے وقت آیت کے سیاق وسباق اور اس کے شان نزول کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، اگر چہ علم تفسیر کا یہ قاعدہ ہے کہ'' **العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب**'' (یعنی لفظ کے عموم کا اعتبار کیا جائیگا نزول کے سبب خاص کا نہیں) مگر اس قاعدے کی تطبیق کے بھی کچھ قواعد ہیں، یہ درست نہیں ہے کہ ہر جگہ اس قاعدے کو چسپاں کر دیا جائے، اور صرف سائنس کی مطابقت کے شوق میں آیت کے سیاق وسباق اور سبب نزول سے بالکل صرف نظر کرلیا جائے۔(۵۱)

اگر مذکورہ شرائط کے ساتھ کوئی سائنسی حقیقت کسی قرآنی آیت کے مطابق ہورہی ہے

تو اس تطبیق کو قبول کیا جا سکتا ہے، اس کو بلا وجہ رد کرنے کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کہ قرآن کی سائنسی تفسیر کے وقت لوگ ان شرائط کا لحاظ نہیں کرتے جس کے نتیجے میں قرآن کی عجیب وغریب تفسیریں سامنے آ رہی ہیں، انہیں مضحکہ خیز تفسیروں کی وجہ سے بعض علماء نے بڑی شدت سے اس طریقۂ تفسیر کو سرے سے خارج ہی کر دیا، جیسا کہ ہم نے مقالے کی ابتداء میں ان حضرات کی آراء نقل کی تھیں۔ یہاں ہم ایسی ہی کچھ تفسیروں کی نشاندہی کریں گے جو ان شرائط کے فقدان کی وجہ سے نا قابلِ قبول ہیں۔

غیر مقبول سائنسی تفسیر کی کچھ مثالیں

(ا) قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

''ویقذفون بالغیب من مکان بعید'' (۵۲)

(اور دور سے بن دیکھے کہہ گزرتے ہیں)

جدید تحقیقات اور موجودہ ٹیکنالوجی کی روشنی میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ڈاکٹر صلاح الدین خطاب نے کہا کہ دراصل اس آیت سے ٹیلی فون، ٹیلیگراف، ٹی۔وی اور ریڈیو وغیرہ کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ ان جدید آلات کی مدد سے دور بیٹھے ایک مکان سے دوسرے مکان تک آواز یا تصویر پہونچائی جاسکتی ہے۔(۵۳)

اس تفسیر میں نہ صرف یہ کہ آیت کے سیاق وسباق کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے بلکہ عربی زبان کے محاورے سے بھی قطع نظر کر لیا گیا ہے۔ یہ پوری آیت اور اس سے قبل کی دو آیتیں یہ ہیں:

> ولو تریٰ اِذ فَزعوا فلا فوت واُخذوا من مکان قریب. وقالوا آمنابه وانّیٰ لهم التناوش من مکان بعید. وقد کفروا به من قبل ویقذفون بالغیب من مکان بعید. (۵۴)
>
> کاش تم دیکھو جب یہ گھبرائے ہوں گے بچ نکلنے کی صورت نہ ہوگی اور قریب ہی سے پکڑ لئے جائیں گے اس وقت کہیں گے ہم ایمان لے آئے ان پر، لیکن اب یہ کیوں کر پاسکتے ہیں ایمان کو اتنی دور جگہ سے، حالانکہ وہ کفر کرتے رہے ان سے (حضور ﷺ سے) اس سے پہلے اور دور سے بن دیکھے یاوہ گوئیاں کرتے رہے

اس آیت کی تفسیر میں ضیاء الامت پیر کرم شاہ ازہری فرماتے ہیں:

> ''یعنی آج ایمان لانے کا کیا فائدہ، دنیا میں تو وہ ہمارے رسول کے ساتھ کفر ہی کرتے رہے، اور ان کی دل آزاری میں مشغول رہے، میرے نبی مکرم ﷺ کے کمالات کا انکار کرنے کے

سوا ان کا کوئی مشغلہ ہی نہ تھا۔ جب کوئی شخص لایعنی باتیں کرتا ہے
اور ہرزہ سرائی کرتا ہے تو عرب کہتے ہیں یقذف بالغیب العرب
تقول لکل من تکلم بما لا یحقه: ھو یقذف ویرجم
بالغیب ۔ کفار کا بھی یہی حال ہے بغیر کسی عقلی دلیل کے اپنے کفریہ
عقائد پر اڑے ہوئے ہیں، کبھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے
ہیں، کبھی قرآن کو من گھڑت افسانہ کہتے ہیں، کبھی قیامت کے عقیدہ
کا مذاق اڑاتے ہیں، "من مکان بعید" کہہ کر ان کی بے ہودہ
گوئی کی مزید توثیق کردی، کہ ایک تو اندھیرے میں تیر مار رہے
ہیں دوسرا نشانے سے بہت دور کھڑے ہو کر، کیا ایسے تیر اندازوں کا
تیر بھی نشانے پر لگ سکتا ہے، یہی حال ان لوگوں کا ہے، اس آیت
میں بھی روز محشر میں جو ان کا حال ہوگا اس کو بیان کیا گیا ہے" (۵۵)

آپ نے دیکھا کہ اول تو ڈاکٹر صلاح الدین خطاب نے اس آیت کے سیاق وسباق کو بالکل نظر انداز کردیا، اور پھر "یقذفون بالغیب" جو ایک محاورہ ہے اور لغت عرب میں اس کا ایک مخصوص معنی ہے اس سے بھی صرف نظر کرلیا۔

"دابۃ الارض اور سٹیلائٹ"

(۲) قرآن کریم میں ایک جگہ علامات قیامت کے بیان میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دآبۃ من الارض
تُکلمھم ان الناس کانوا بایٰاتنا لا یوقنون (۵۶)

ترجمہ:۔اور جب ہماری بات کے ان پر پورا ہونے کا وقت آجائیگا تو
ہم نکالیں گے ان کے لئے ایک چوپایہ زمین سے جو ان سے گفتگو
کرے گا۔

یہاں "دابۃ" یعنی چوپائے کا ذکر ہے جو قرب قیامت کے وقت ظاہر ہوگا اور انسانوں کی طرح ان سے گفتگو کریگا، اس چوپائے کے ظہور کے سلسلہ میں صحیح احادیث

موجود ہیں، لہٰذا عربی زبان میں "دابۃ" کا جو ظاہری اور حقیقی معنیٰ ہے یہاں وہی مراد لیا جائیگا، اور اس لفظ میں تاویل کرنے یا اس کے مجازی معنیٰ کی طرف عدول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ لیکن سائنسی تفسیر کے ایک پرجوش حامی عبدالرزاق نوفل نے اس معنیٰ کو رد کرتے ہوئے لفظ "دابہ" کا ایک جدید معنیٰ بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ دراصل وہ چوپایہ جو زمین سے نکل کر انسانوں سے بات کرے گا اس سے مراد مصنوعی سیارے (سٹیلائٹ) ہیں کیوں کہ یہ مصنوعی سیارے زمین سے نکال کر فضاء میں پہونچائے جاتے ہیں اور وہاں سے کائنات کے اسرار کے بارے میں انسانوں کو خبر دیتے ہیں، یہ خبر دینا ہی گویا ان کا انسان سے کلام کرنا ہے۔ (۵۷) اس تفسیر میں نہ صرف یہ کہ لفظ "دابہ" کے مقررہ معانی کے دائرے سے تجاوز کیا گیا ہے اور نحوی قاعدے کو نظر انداز کیا گیا ہے بلکہ آیتِ کریمہ کی تفسیر ماثور سے بھی صرف نظر کرلیا گیا ہے۔ صحیح احادیث میں جہاں علامات قیامت کا ذکر ہے وہاں بہت واضح الفاظ میں اس چوپایے کے ظاہر ہونے اور اس کے انسان سے کلام کرنے کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ امام مسلم حضرت حذیفہ بن اسید سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم اس کے متعلق دس نشانیاں نہ دیکھ لو، دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول، یاجوج ماجوج کا ظہور، تین جگہ زمین کا دھنسا، (مشرق میں، مغرب میں، اور جزیرۂ عرب میں) اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی۔ (۵۸)

امام مسلم ہی نے ایک اور روایت نقل فرمائی ہے۔

عن عبداللہ بن عمر سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان اوّل الآیات خروجاً طلوع الشمس من مغربھا وخروج الدابۃ علی الناس ضحی وایتھا کانت قبل صاحبتھا فالاخریٰ علی اصرھا قریبا۔ (۵۹)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کی اولین علامتوں سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت دابہ (چوپایہ) کا نکلنا

ہے،ان دو میں جو بھی پہلے واقع ہوا دوسرا فوراً اس کے بعد ہوگا

اس روایت سے معلوم ہوا کہ چوپایے کا نکلنا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا دونوں نشانیاں زمانے کے اعتبار سے قریب قریب ہونگی۔اگر مصنوعی سیاروں کے ظہور کو ہی دابۃ الارض مان لیا جائے تو پھر اب تک تو سورج مغرب سے طلوع ہو جانا چاہیئے تھا کیونکہ سٹیلائٹ کی ایجاد کو لگ بھگ چار دھائیاں ہونے کو آئیں۔اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آیت کریمہ میں ''اذا'' حرف شرط اور ''اخرجنا'' جواب شرط واقع ہوا ہے ،یعنی جب ہماری بات پورا ہونے کا وقت آیگا تو دابہ نکالیں گے،لہٰذا آیت کا معنیٰ متعین کرتے وقت اس نحوی ترکیب کی رعایت بھی ضروری ہے،اور پھر دابہ اگر چہ وضع اول کے لحاظ سے رینگنے والے کیڑے کو کہتے ہیں مگر عربی میں اس کے معنیٰ میں تعمیم کر کے ہر ذی روح حیوان پر دابہ کا اطلاق ہوتا ہے،لہٰذا اگر کسی مشین اور غیر ذی روح آلے پر لفظ دابہ کا اطلاق کیا جائے تو یہ اس لفظ کے مقررہ معانی کی حدود سے تجاوز کرنا ہوگا -(۶۰)

ان سب وجوہات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ آیت کی یہ تفسیر نا قابل قبول ہے۔

سات آسمان اور کہکشائیں

(۳) قرآن کریم میں سبع سمٰوات (سات آسمان) کا متعدد مقامات پر تذکرہ آیا ہے ،قرآن کریم میں وارد اس لفظ کی بھی مختلف فلکیاتی اور سائنسی تفسیریں کی گئی ہیں مگر کوئی تفسیر ایسی نہیں ہے جو اعتراض سے خالی ہو۔قدیم وجدید علماء ہیئت وفلکیات نے اس لفظ کا کوئی مناسب مدلول تلاش کرنے کی ہر چند کوششیں کی ہیں مگر اس کی کوئی توجیہ ایسی نہیں ہے جو عربی قواعد،عربی لغت،اور سائنسی تحقیقات،سب کے مطابق ہو۔ایسی صورت میں علماء راسخین نے یہی فرمایا ہے کہ سبع سمٰوات کے وجود پر ہمارا ایمان ہے مگر اس کی صحیح کیفیت ہمیں نہیں معلوم،ابھی انفس وآفاق کے سلسلے میں انسان کا علم ارتقاء پذیر ہے ممکن ہے ۵۰ یا ۱۰۰ سال یا اس کے بعد جب انسان کائنات کے کچھ اور رازوں سے پردہ اٹھا لے اور آسمانی دنیا کے دیگر پوشیدہ حقائق اجاگر ہوں تو شاید اس لفظ کے حقیقی مدلول تک ذہن انسانی کی رسائی ہو جائے۔اس لفظ کے سلسلے میں قدیم علماء ہیئت اور جدید سائنسدانوں نے اب تک

جوتحقیقات کی ہیں یہاں ہم اس کا ایک سرسری جائزہ لیں گے۔
سمٰوات یہ "سماء" کی جمع ہے، امام راغب اصفہانی کے بقول سماء کا لغوی معنیٰ ہے "سماء کل شئی اعلاہ" یا "کل ما یعلو غیرہ" (۶۱) یعنی ہر وہ چیز جو کسی چیز کے اوپر ہو۔ لفظ سماء قرآن کریم میں متعدد معانی کے لئے آیا ہے، جن میں سے چند یہ ہیں: (الف) چھت (ب) بادل (ج) بارش (د) جہت علو (ھ) فضاء محیط وغیرہ۔ لفظ سمٰوات بھی قرآن کریم میں کئی جگہ آیا ہے اور کہیں یہ سبع (سات) کی قید کے ساتھ آیا ہے۔ آسمانوں کے بارے میں قدیم یونانی ہیئت دانوں کا نظریہ یہ تھا کہ آسمان نو ہیں، جس میں سب سے اوپر والے آسمان کو فلک الافلاک یا فلک الاطلس یا محدد الجہات کہتے ہیں، اس کے بعد فلک الثوابت ہے جس کو فلک البروج بھی کہتے ہیں، اس آسمان میں تمام تر ستارے اور کہکشائیں ہیں، اس کے بعد بالترتیب سات سیاروں کے سات آسمان ہیں، فلک زحل، فلک مشتری، فلک مریخ، فلک شمس، فلک زہرہ، فلک عطارد، اور فلک قمر، اس آخری فلک کو جس میں چاند ہے "سماء دنیا" بھی کہتے ہیں۔ (۶۲) پھر ان تمام افلاک کی ساخت وغیرہ کے سلسلے میں ان کے اپنے اندازے تھے، جو اب جدید سائنس کی روشنی میں اوہام وخرافات کے زمرے میں آچکے ہیں۔ جب یونانی علوم ترجمہ ہو کر عربوں کے پاس آئے تو اپنے ساتھ بطلیموس کی ہیئت بھی لے کر آئے، اب مسلمان حکماء کے سامنے ایک مسئلہ یہ کھڑا ہو گیا کہ قرآن صراحتاً سات آسمانوں کی خبر دے رہا ہے مگر یونانی ہیئت کے مطابق آسمان نو ہیں۔ ان حکماء کی بھی وہی کمزوری تھی جو آج ہمارے جدید سائنسی مفسرین کی ہے کہ یہ لوگ یونانی علوم سے اس درجہ مرعوب ومتاثر تھے کہ اس کی ہر بات بے چون وچرا درست تسلیم کرتے تھے اور اگر فلسفے کا کوئی نظریہ قرآن سے متعارض ہوتا تو وہ لوگ قرآن کریم میں تاویل کر دیا کرتے تھے، لہذا جب قرآن کے سات آسمان کے نظریئے اور یونان کے نو آسمان کے نظریئے میں تعارض ہوا تو ان حکماء نے قرآن میں تاویل اور کھینچ تان کر کے اس کو فلسفے کے مطابق کر دیا اور یہ کہا کہ قرآن میں وارد سات آسمان تو وہ ہیں جو سات سیاروں کے آسمان ہیں رہا آٹھواں آسمان یعنی فلک البروج تو یہ وہ ہے جس کو قرآن نے "کرسی" کہا ہے اور نواں آسمان یعنی فلک الافلاک وہ ہے جس کو قرآن نے عرش کہا ہے، کرسی آٹھواں آسمان ہے اور عرش نواں آسمان ہے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے ابن سینا نے

قرآن کی ایک آیت میں عجیب وغریب تاویل کردی۔اللہ تعالیٰ کاارشادگرامی ہے،ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذثمانیة (۶۳) (ترجمہ:۔اورآپ کےرب کےعرش کواس روزاپنے اوپرآٹھ فرشتوں نےاٹھارکھاہوگا)ابن سینانےکہاکہ دراصل یہاں آٹھ فرشتےنہیں بلکہ آٹھ آسمان مراد ہیں جن کےاوپرنواں آسمان یعنی عرش ہے(۶۴)یہ تاویل کئی اعتبار سے ناقابل قبول ہےاولاًتو یہ آیت قیامت کےاحوال کے بارے میں ہے جس پراس کا سیاق وسباق دلالت کررہاہے،اورپھر''ثمانیة'' سےافلاک نہیں بلکہ فرشتے ہی مراد ہیں اس سلسلے میں اس کےقبل کی آیت میں واضح اشارہ موجود ہیں۔

اسی لئے ماہرفلکیات علامہ بہاءالدین عاملی نے اپنی کتاب''تشریح الافلاک'' کےحاشیۂ منہیہ میں صراحت کی ہےکہ:

"ظاھر القرآن انحصار الافلاک فی السبع وضم الکرسی والعرش الی الافلاک جاء علیٰ مذاق الحکماء القائلین بالتسع ولیس لھم علی ذلک برھان''(۶۵)

ترجمہ:۔قرآن کا ظاہر یہی ہے کہ آسمان سات ہی میں منحصر ہیں،عرش اورکرسی کوافلاک کےساتھ ملانایہ ان حکماء کےذوق کے مطابق ہےجونوآسمانوں کے قائل ہیں،حالانکہ ان کے پاس اس کے لئے کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہے۔

۲۰ویں صدی کےشروع میں جدیداسٹرانومی نےنوآسمانوں کےیونانی نظرئےکوغلط قرار دیتے ہوئےآسمان نام کی کسی بھی چیز سےانکارکردیاتوپھرایک بارقرآن کےفرمان سبع سمٰوات اورسائنس میں تعارض ہوگیا،اس تعارض کودورکرنے کے لئے ایک بارپھرقرآن کو تاویل اورکھینچ تان کاتختۂ مشق بنالیا گیا،اور یہ تاویل کی گئی کہ دراصل سات آسمان سے سات سیارے مراد ہیں۔

علامہ جلال الدین القاسمی دمشقی (متوفی ۱۹۱۴ء) اپنی کتاب''محاسن التاویل'' میں لکھتے ہیں

"اعلم ان لفظ السماء یطلق لغة علیٰ کل ما علا

الانسان،فإن هذا اللفظ من السمو وهو العلو ،فسقف البيت سماء،والكواكب سمٰوات،فالسمٰوات السبع المذكوره كثيراً فی القرآن الشریف هی السیارات السبع،وهی طباق ای ان بعضها فوق بعض لان فلک کل منها فوق فلک غیره"(٦٦)

ترجمہ:۔لفظ سماء کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو انسان کے اوپر ہو، یہ لفظ سمو سے مشتق ہے،جس کا معنیٰ بلندی ہے،لہٰذا گھر کی چھت بھی سماء ہے اور سیارے بھی سماء ہیں،قرآن شریف میں کئی جگہ جو سات آسمان وارد ہوا ہے،وہ یہی سات سیارے ہیں،اور وہ طباق یعنی ایک کے اوپر ایک ہیں،اس لئے کہ ان میں کے ہر ایک کا فلک دوسرے کے فلک کے اوپر ہے۔

سات آسمان کی یہ تاویل بھی نا قابل قبول ہے،جس کی چند وجوہ ہیں۔

(الف)اللہ تعالیٰ کا ارشادگرامی ہے

"الم تروا کیف خلق الله سبع سمٰوات طباقاً وجعل القمر فیهن نوراً"(٦٧)

ترجمہ:۔کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسے پیدا کیا ہے سات آسمانوں کو تہہ بہ تہہ اور بنایا ہے چاندکو ان میں روشنی

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ چاندکو آسمانوں کے اندر روشنی بنایا ہے،اگر چاند(جو سات سیاروں میں سے ایک ہے)کو ان سات آسمانوں میں سے ایک مان لیا جائے تو لازم آئیگا کہ مجعول اور مجعول فیہ ایک ہی ہو جائیں،اور یہ محال ہے(٦٨)

(ب)یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ سمٰوات آیا ہے تو وہ لفظ ارض(زمین)کے مقابل میں آیا ہے،یعنی زمین وآسمان دو متقابل چیزیں ہیں،لیکن اگر سات آسمان سے سات سیارے مراد ہوں تو یہ دقت پیش آئیگی کہ جدید اسٹرانومی کی رو سے زمین خود ایک سیارہ ہے،جو سورج کے اردگرد گھوم رہا ہے اور وہ بھی ان سات سیاروں میں

شامل ہے، لہٰذا اس صورت میں زمین و آسمان ایک دوسرے کے متقابل نہیں رہیں گے بلکہ ایک ہی چیز کے دو نام ہو جائیں گے۔

(ج) تیسری بات یہ کہ سات آسمانوں کی تفسیر سات سیاروں سے کرنا اس وقت تو ٹھیک تھا جب علم فلکیات کی رو سے صرف سات ہی سیارے تسلیم کئے گئے تھے، لیکن اب سیاروں کی تعداد سات سے متجاوز ہو گئی ہے، اب ان سات سیاروں کے علاوہ یورینس، نیپٹیون، اور پلوٹو بھی دریافت کر لئے گئے ہیں (ابھی کچھ روز پہلے آخر الذکر کو اس خاندان سے خارج کر دیا گیا ہے) لہٰذا ان وجوہات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سبع سمٰوات کی یہ تفسیر درست نہیں ہے۔ جب خود سائنس اور فلکیات کی روشنی میں یہ تفسیر غلط ثابت ہو گئی تو اب کچھ سال قبل سات آسمانوں کی ایک اور جدید تفسیر کی گئی۔

ترکی کے مشہور ماہر فلکیات اور عالم ڈاکٹر ہلوک نور باقی (Halook Nur Baqi) قرآن میں وارد لفظ سبع سمٰوات (سات آسمان) اور جدید سائنسی نظریات کے درمیان تطبیق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

> ''بہت سی آیات میں قرآن کریم نے جو ایک عظیم الشان کتاب ہے، کائنات میں سات آسمانوں کا ذکر کیا ہے۔ سائنس پچھلے دو سو سالوں سے کائناتی فضا (کوسموس) کا مطالعہ کرتی رہی ہے۔ مگر ابھی تک اس موضوع پر کوئی واضح معلومات حاصل نہیں کر سکی۔ یہ صرف پچھلے پچیس سالوں میں ہوا ہے کہ آسمانی طبیعات (Astrophysics) کے میدان میں انتہائی دلچسپ دریافتیں اس طرح سامنے آئی ہیں کہ قرآن کے معجزات بالکل عیاں ہو گئے ہیں'' (۲۹)

پھر آگے چل کر ان سات آسمانوں کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

> ''(۱) وہ فضائی میدان (Spatial Field) جو ہم اپنے شمسی نظام کے ساتھ مل کر بناتے ہیں، وہ پہلا آسمان ہے۔ (۲) ہماری ثریا (گلیکسی) کا فضائی میدان دوسرا آسمان بناتا ہے۔ (۳) ثریاؤں کا ہمارا مقامی جھرمٹ (Local Cluster) تیسرا آسمان بناتا ہے

۔(۴) کائنات کا وہ مرکزی مقناطیسی میدان جو ثریاؤں کے جھرمٹوں کی یکجائی (Collectivity) کو ظاہر کرتا ہے وہ چوتھا آسمان ہے۔(۵) وہ کائناتی پٹی (کو سمک بینڈ) جو نیم نجمی ریڈیائی کوثرز (Quasars) کو ظاہر کرتی ہے پانچواں آسمان ہے۔ ۔(۶) پھیلتی ہوئی کائنات کا وہ میدان جو پیچھے ہٹتی ہوئی ثریاؤں کو ظاہر کرتا ہے وہ چھٹا آسمان ہے۔(۷) سب سے باہر والا میدان جو کائنات کی لامتناہی (Infinity) کا مظہر ہے وہ ساتواں آسمان ہے۔ چنانچہ اس طرح تہہ در تہہ سات آسمانوں کی نشاندہی ہوتی ہے جن کا ذکر قرآن حکیم نے چودہ صدیاں قبل کیا تھا" (۷۰)۔

پھر آگے چل کر ان آسمانوں کے درمیانی فاصلوں وغیرہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"پہلی آسمانی تہہ اندازاً ساڑھے ساٹھ کھرب کلومیٹر چوڑی ہے ، دوسری تہہ یا ہماری ثریا (Glalaxy) کا قطر ایک لاکھ تیس ہزار نوری سال ہے، تیسرا آسمان یا ہمارا مقامی جھرمٹ بیس لاکھ نوری سالوں پر محیط ہے، چوتھا آسمان جو ثریاؤں کا جمگھٹا ہے اور جو کائنات کے بالکل اندر کا مغز یا مرکز ہے قطر میں ایک کروڑ نوری سال کے برابر ہے، پانچواں آسمان ایک ارب نوری سالوں کے فاصلے پر ہے، اور چھٹا آسمان بیس ارب نوری سالوں کے فاصلے پر ہے" (۷۱)

سات آسمانوں کی ایک دوسری سائنسی تفسیر یہ ہے کہ زمین کے ارد گرد مختلف قسم کی گیسوں کی سات تہیں (لیئرز) ہیں دراصل سات آسمانوں سے یہی گیس کی سات تہیں مراد ہیں ہے۔مگر ان دونوں سائنسی تفسیروں کو قبول کرنے میں چند وجوہ سے تأمل ہے۔

(الف) قرآن کریم کی مختلف آیات میں جو سماء یا سمٰوات آیا ہے وہاں ان کے ساتھ ایسی صفات کا ذکر کیا گیا ہے جو کسی جسم کو عارض ہوتی ہیں، مثلاً

"تکاد السمٰوٰت یتفطرن" (۷۲) (قریب ہے آسمان پھٹ جائیں)

"اذا السماء انفطرت" (۷۳) (جب آسمان پھٹ جائیگا)

''یوم نطوی السماء''(۷۴)(اس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے)
''واذاالسماء کشطت''(۷۵)(اور جب آسمان کی کھال ادھیڑ لی جائیگی)
''یوم تشقق السماء''(۷۶)(اور جس روز آسمان پھٹ جائیگا)
''اذاالسماء انشقت''(۷۷)(جب آسمان پھٹ جائیگا)

ان ساری آیات کو اگر بغور پڑھا جائے اور عربی زبان میں انفطار، انشقاق، طی، وغیرہ کے معانی کو دیکھا جائے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سارے اوصاف جسم کے ہیں ان کو فضائی میدانوں، کہکشاؤں کے آپسی فاصلوں اور گیسوں کی تہوں پر منطبق کرنا درست نہیں ہے۔

(ب) حدیث پاک جو تفسیر قرآن کا دوسرا سب سے معتبر ماخذ ہے، اس میں شب معراج کی طویل حدیث پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا، کہ حضور اکرم ﷺ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سفر کرتے ہوئے عرش تک پہونچے، اور امام بخاری کی روایت کے مطابق اس طرح کہ پہلے حضرت جبریل نے ہر آسمان کے دروازے پر دستک دی، دروازہ کھلا، پھر آپ اس میں داخل ہوئے (۷۸) اس معنی و مفہوم کی بے شمار صحیح احادیث موجود ہیں، جن میں آسمان کے دروازوں کا ذکر ہے، یہ احادیث اپنے ظاہر پر ہیں ان میں تاویل کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، اگر آسمان گیس کی تہوں یا فضائی میدانوں یا کہکشاؤں کے جھرمٹوں کا نام ہو تو پھر ان احادیث کو ان پر منطبق کرنا دشوار ہو جائیگا۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی بے جا نہیں ہوگا کہ سائنسی انکشافات سے بے پناہ مرعوب و متاثر اور سائنسی تحقیقات کو حق و باطل کا معیار گمان کرنے والے ایک محقق ڈاکٹر احمد شلبی نے حدیث معراج کو رد کرنے کے لئے جو دلائل دئے ہیں ان میں ایک دلیل یہ بھی ہے۔ ''لیست هناک ابواب تُدق''(۷۹)(آسمان میں ایسے دروازے ہی نہیں ہیں جن کو کھٹکھٹایا جائے) پھر آگے چل کر حدیث پاک کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وقد استطاع الرواد الامریکیون ان یصلوا الی القمر وان یهبطوا علیه، واننا نتساءل: هل وقفوا یدقون ابواب السماء؟ ومن الذی فتحها لهم''(۸۰)

ترجمہ:۔ امریکی خلاباز چاند تک پہونچ گئے اور اس پر اترے بھی، ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا انہوں نے رک کر آسمان کے دروازے

کھٹکھٹائے تھے؟اوران کے لئے وہ دروازے کس نے کھولے؟

اسی قسم کے شبہات پیدا کر کے محقق موصوف نے بخاری شریف کی حدیث معراج کو موضوع اور من گھڑت قرار دے دیا ہے۔اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والے ایک بندۂ مومن کو قرآن یا حدیث میں وارد کسی بھی قطعی الدلالۃ امر پر ایمان لانے میں پس وپیش نہیں ہونا چاہیے،یہی عافیت کی راہ بھی ہے اور ایمان کا تقاضا بھی۔سائنس کی اب تک کی دریافتوں اور تحقیقات کی روشنی میں اگر سبع سمٰوات کا معنیٰ ومفہوم آج ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سائنس کی اب تک کی تحقیقات کو حرف آخر سمجھ کر اس کو ''صارف قطعی'' کا درجہ دیتے ہوئے قرآن کی واضح اور صریح آیات میں تاویل اور کھینچ تان کا دروازہ کھول دیا جائے۔سائنس لگاتار اپنی منزلیں طے کررہی ہے،اوررفتہ رفتہ کائنات کے اسرار سے پردہ اٹھتا جارہا ہے،کوئی بعید نہیں کہ جس طرح آج یونانی ہیئت کا نو آسمانوں کا نظریہ خرافات ثابت ہوگیا،بالکل اسی طرح آنے والے وقتوں میں گیس کی تہیں،کہکشاؤں کے جھرمٹ اور فضائی میدان بھی فریب نظر ثابت ہوجائیں،اور کوئی ایسی تحقیق سامنے آجائے جس سے قرآن کریم کی وہ آیات جن میں سات آسمانوں کا ذکر ہے،ان کی شان اعجاز ساری دنیا پر روشن ہوجائے۔

تفہیم قرآن میں سائنسی علوم کو اس طرح استعمال کیا جانا چاہئے کہ یہ علوم قرآن کے خادم نظر آئیں،نہ کہ یہ کہ ان کو قرآن پر حاکم بنادیا جائے۔قرآن کریم نے شراب کو حرام قرار دیا ہے،جدید علوم کی مدد سے اس کے نقصانات کو اجاگر کیا جائے،اور شراب کے حرام کئے جانے کی حکمتوں میں غور کیا جائے،خنزیر کے گوشت کی حرمت پر جدید علوم کے ذریعے تحقیق کرکے اس کی حکمت پر غور کیا جائے،قرآن کریم نے مخصوص ایام میں عورتوں سے ہم بستری کو منع فرمایا ہے،ان ایام میں جماع کے مضر اور منفی اثرات پر ریسرچ کر کے قرآنی حکم کی حکمتوں کو اجاگر کیا جائے۔اس طرح ہم تفسیر قرآن کے سلسلے میں ان علوم سے کما حقہ استفادہ کرسکیں گے۔اس سمت میں کافی تحقیقات ہوئی ہیں اور اب بھی جاری ہیں۔

ربنا لا تواخذ نا ان نسینا او اخطأنا اللھم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباعة و ارنا الباطل باطلاً و ارزقنا اجتنابه–(آمین)

حواشی

(۱) جمال مصطفیٰ النجار: اصول الدخیل فی تفسیر آی التنزیل ص: ۲۹۸، مطبعة الحسن الاسلامیه القاهره، ۲۰۰۱ء

(۲) النحل آیت: ۸۹..

(۳) الانعام آیت: ۳۸

(۴) الانعام آیت: ۵۹

(۵) حٰم السجده آیت: ۵۳

(۶) احیاء علوم الدین، جلد ۱ ص ۲۹۰، مطبوعه عیسیٰ الحلبی القاهره

(۷) جواهر القرآن ج ۱، ص: ۲۸، دار الآفاق الجدیده بیروت.

(۸) تفسیر کبیر (سوره الاعراف) جزء ۱۴، ص: ۱۲۱، مطبعة البهیه المصریه ۱۹۳۸ء.

(۹) الاتقان فی علوم القرآن: ۱، صفحه ۴۷۶ تا صفحه ۴۸۳، دار المصر للطباعه القاهره.

(۱۰) ڈاکٹر حنفی احمد: التفسیر العلمی للآیات الکونیه فی القرآن ص: ۳ دار المعارف القاهره ۱۹۶۰

(۱۱) الجواهر القرآن، جلد ۳ ص: ۱۹، ۲۰، مصطفی الحلبی، القاهره.

(۱۲) مرجع سابق جلد ۲۵، ص ۵۳، ۱۵۴.

(۱۳) طبائع الاستبداد و مصارع الاستبعاد، بحواله: التفسیر و المفسرون، از ڈاکٹر محمد حسین ذهبی ج ۲، ص: ۳۶۵، مکتبه وهبه القاهره ۲۰۰۰ء

(۱۴) طاهر ابن عاشور، التحریر و التنویر جلد اول ص: ۱۰۱، الدار التونسیه للنشر تونس ۱۹۸۴ء

(۱۵) مرجع سابق ص: ۱۰۴،

(۱۶) مرجع سابق ص ۱۰۵.

(۱۷) التفسیر العلمی للآیات الکونیه ص ۲ دار المعارف القاهره

(۱۸) مرجع سابق ص: ۲، ۳

(۱۹) مرجع سابق ص ۲، ۳

(۲۰)مرجع سابق ص: ۱۲

(۲۱)مرجع سابق ص: ۱۳.

(۲۲)جمعه علی عبدالقادر: جلال الفکر فی التفسیر الموضوعی لآیات من الذکر ص: ۱۲۱، مطبعه رشوان القاهره، ۲۰۰۱ء

(۲۳)مرجع سابق ص: ۱۲۳

(۲۴)معجزة القرآن: متولی الشعراوی، ص. ۸۲، القاهره. ۱۹۹۷ء.

(۲۵)مرجع سابق ۸۲.

(۲۶)مرجع سابق ۸۹.

(۲۷)مرجع سابق ۸۹.

(۲۸)الموافقات: ابو اسحاق الشاطبی، ج: ۲، ص: ۷۹، المکتبة التجاریه، القاهره۔

(۲۹)مرجع سابق ص: ۷۹، ۸۰.

(۳۰)مرجع سابق ص: ۸۰.

(۳۱)مرجع سابق ص: ۸۱.

(۳۲)تفسیر القرآن الکریم، شیخ محمود شلتوت، ج: ۱، ص: ۲۰ دارالقلم القاهره، سن ندارد.

(۳۳)مرجع سابق، ص: ۲۰، ۲۱.

(۳۴)مرجع سابق، ص: ۲۱.

(۳۵)دیکھئے: الاعجاز: ڈاکٹر حسن حمدان الدسوقی: ص: ۱۴۸ تا ص: ۱۵۹، دار الصفاء للطباعة، المنصوره، مصر ۱۹۹۹ء

(۳۶)البقرة: ۱۸۹.

(۳۷)بنی اسرائیل: ۸۵.

(۳۸)تفسیر القرآن الکریم، شیخ محمود شلتوت، جلد: ۱، ص: ۲۲.

(۳۹)مناهل العرفان فی علوم القرآن، محمد عبدالعظیم الزرقانی، جلد: ۲، ص: ۲۵۰، مکتبة الحلبية، القاهره، ۱۹۵۳ء.

(۴۰)مرجع سابق، ص: ۱۵۳.

(۴۱)الفلسفة القرآنیه، عباس محمود العقاد، ص: ۱۵، دار الکتاب العربی بیروت.

(۴۲)مرجع سابق،ص: ۱۸.
(۴۳)التفسیر والمفسرون،محمد حسین الذهبی، : ۲،ص: ۳۵۹،مکتبة وهبة،القاهره، ۲۰۰۰ء.
(۴۴)مرجع سابق،ص: ۳۶۲،۳۶۱.
(۴۵)ڈاکٹر جمال مصطفیٰ:اصول الدخیل فی تفسیر آی التنزیل،ص:۳۲۷،مطبعۃ الحسین الاسلامیہ القاہرۃ
(۴۶)ابن رشد:فصل المقال فیما بین الحکمۃ والشریعۃ من الاتصال ص:۳۱،دار المعارف القاہرہ ۱۹۷۲ء
(۴۷)ڈاکٹر احمد عمر ابو حجر:التفسیر العلمی للقرآن،ص ۸۴:دار قطیبہ بیروت ۱۹۹۱ء
(۴۸)مرجع سابق
(۴۹)ڈاکٹر یوسف قرضاوی:کیف نتعامل مع القرآن العظیم:ص:۳۸۳،دار الشروق القاہرہ ۲۰۰۰ء
(۵۰)ان اسباب میں سے دوسرا اور چوتھا سبب میں نے غالبًا "تفسیر القرآن فی عصر الراھن" نامی کتاب میں پڑھا تھا، اس وقت وہ کتاب سامنے نہیں ہے اور نہ ہی اس کے مؤلف کا نام یاد آرہا ہے۔
(۵۱)از افادات استاذ گرامی ڈاکٹر جمال مصطفیٰ النجار، استاذ شعبۂ علوم قرآن، از ہر شریف۔
(۵۲)سورۃ سبا آیت ۵۳
(۵۳)ڈاکٹر صلاح الدین خطاب، الجانب العلمی فی القرآن الکریم ص:۱۹،مطبوعہ القاہرہ)
(۵۴)سبا:۵۱،۵۲،۵۳
(۵۵)پیر محمد کرم شاہ ازہری:ضیاء القرآن: جلد ۴،ص ۱۳۵،اعتقاد پبلشنگ دہلی ۱۹۹۸ء
(۵۶)النمل:۸۲
(۵۷)ترجمہ ملخصا:عبد الرزاق نوفل:القرآن والعلم الحدیث:ص ۲۱۲ تا ۲۱۶،طبع ثانی قاہرہ
(۵۸)صحیح مسلم: کتاب الفتن واشراط الساعۃ
(۵۹)مرجع سابق
(۶۰)ڈاکٹر احمد عمر ابو حجر:التفسیر العلمی للقرآن،ص ۴۴۱:دار قطیبہ بیروت ۱۹۹۱ء
(۶۱)امام راغب الاصفہانی:مفردات غریب القرآن:ص ۲۲۳،مطبوعہ المیمنہ مصر ۱۳۲۴ھ
(۶۲)علامہ امام الدین لاہوری:التصریح شرح التشریح:ص ۶،۷،یاسر ندیم کمپنی دیوبند
(۶۳)الحاقہ:۱۷

کتابیات

(۱)الاتقان فی علوم القرآن: جلال الدین سیوطی :دار المصر للطباعہ القاہرہ.
(۲)احیاء علوم الدین: امام غزالی:مطبوعہ عیسیٰ الحلبی القاہرہ.
(۳) اصول الدخیل فی تفسیر آی التنزیل:جمال مصطفیٰ النجار :،مطبعة الحسن الاسلامیہ القاہرہ، ۲۰۰۱ء
(۴)الاعجاز:ڈاکٹر حسن حمدان الدسوقی:،دارالصفاء للطباعة ،المنصورہ ،مصر۱۹۹۹ء
(۵)التحریر والتنویر:طاہر ابن عاشور: الدار التونسیہ للنشر تونس ۱۹۸۴ء
(۶)التفسیر العلمی للآیات الکونیة فی القرآن:ڈاکٹر حنفی احمد: دارالمعارف القاہرہ ۱۹۶۰
(۷)التفسیر العلمی للقرآن:ڈاکٹر احمد عمر ابو حجر:دار قطیبہ بیروت ۱۹۹۱ء
(۸)تفسیر القرآن الکریم، شیخ محمود شلتوت ،دارالقلم القاہرہ، سن ندارد
(۹)تفسیر کبیر ،فخر الدین رازی :مطبعة البھیہ المصریہ ۱۹۳۸ء
(۱۰)التفسیر والمفسرون،محمد حسین الذھبی، مکتبة وھبة،القاہرہ ،۲۰۰۰ء.
(۱۱)التصریح شرح التشریح: علامہ امام الدین لاہوری: یاسر ندیم کمپنی دیوبند
(۱۲) الجانب العلمی فی القران الکریم:ڈاکٹر صلاح الدین خطاب مطبوعہ القاہرہ
(۱۳)جلال الفکر فی التفسیر الموضوعی لآیات من الذکر:جمعہ علی عبدالقادر:مطبعہ رشوان القاہرہ، ۲۰۰۱ء
(۱۴)الجواہر فی القرآن: طنطاوی الجوہری،مصطفی الحلبی،القاہرہ.
(۱۵)جواہر القرآن :امام غزالی:دارالآفاق الجدیدہ بیروت
(۱۶) ضیاء القرآن:پیر محمد کرم شاہ ازہری:اعتقاد پبلشنگ دہلی ۱۹۹۸ء
(۱۷)فصل المقال فیما بین الحکمة والشریعة من الاتصال:ابن رشد: دارالمعارف القاہرہ ۱۹۷۲ء
(۱۸)الفلسفة القرآنیہ،عباس محمود العقاد،دار الکتاب العربی بیروت.
(۱۹)القرآن والعلم الحدیث:عبدالرزاق نوفل:طبع ثانی قاہرہ
(۲۰) قرآنی آیات اور سائنسی حقائق:ڈاکٹر ہلوک نور باقی :اردو ترجمہ:سید محمد فیروز شاہ اسلامک بک فاؤنڈیشن،دہلی ۲۰۰۰ء

(۲۱) کیف نتعامل مع القرآن العظیم: ڈاکٹر یوسف قرضاوی: دارالشروق القاہرہ ۲۰۰۰ء
(۲۲) محاسن التاویل، : جمال الدین القاسمی: عیسیٰ الحلبی القاہرہ، ۱۹۷۰ء.
(۲۳) معجزۃ القرآن: متولی الشعراوی، القاہرہ. ۱۹۹۷ء.
(۲۴) مفردات غریب القرآن: امام راغب الاصفہانی: مطبوعہ المیمنۃ مصر: ۱۳۳۴ھ.
(۲۵) مناھل العرفان فی علوم القرآن، محمد عبدالعظیم الزرقانی، مکتبۃ الحلبیۃ، القاہرہ، ۱۹۵۳ء.
(۲۶) من السیرۃ النبویۃ العطرۃ: ڈاکٹر احمد شلبی: مکتبۃ الاسرۃ، قاہرہ، ۲۰۰۱ء.
(۲۷) الموافقات: ابو اسحاق الشاطبی، ، المکتبۃ التجاریہ، القاہرہ.

تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شریف کی نئی مطبوعات

عقیدۂ شفاعت کتاب و سنت کی روشنی میں
سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
تسہیل، تخریج، تحقیق: مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

مناصحة فی تحقیق مسائل المصافحة
تاج الفحول مولانا عبد القادر قادری بدایونی - ترجمہ، تخریج، تحقیق: مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

طوالع الانوار (تذکرۂ فضل رسول)
مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی - تسہیل و ترتیب: مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

تصحیح العقائد (عقائد اہل سنت)
حضرت مولانا محمد عبد الحامد قادری بدایونی - تخریج و تحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

البناء المتین فی احکام قبور المسلمین
حضرت مفتی ابراہیم قادری بدایونی - تخریج و تحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

تذکار محبوب
مولانا عبد الرحیم قادری بدایونی

مدینے میں (مجموعۂ کلام)
شیخ طریقت حضرت عبد الحمید محمد سالم القادری زیب سجادہ آستانہ قادریہ، بدایوں شریف

مولانا فیض احمد بدایونی
پروفیسر محمد ایوب قادری - تقدیم و ترتیب: مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

قرآن کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مطالعہ
مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

اسلام، جہاد اور دہشت گردی
(اردو، ہندی، انگلش) مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

مولانا فیض احمد بدایونی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (ہندی)
تنویر احمد قادری بدایونی